Spot CMYK#Waheed

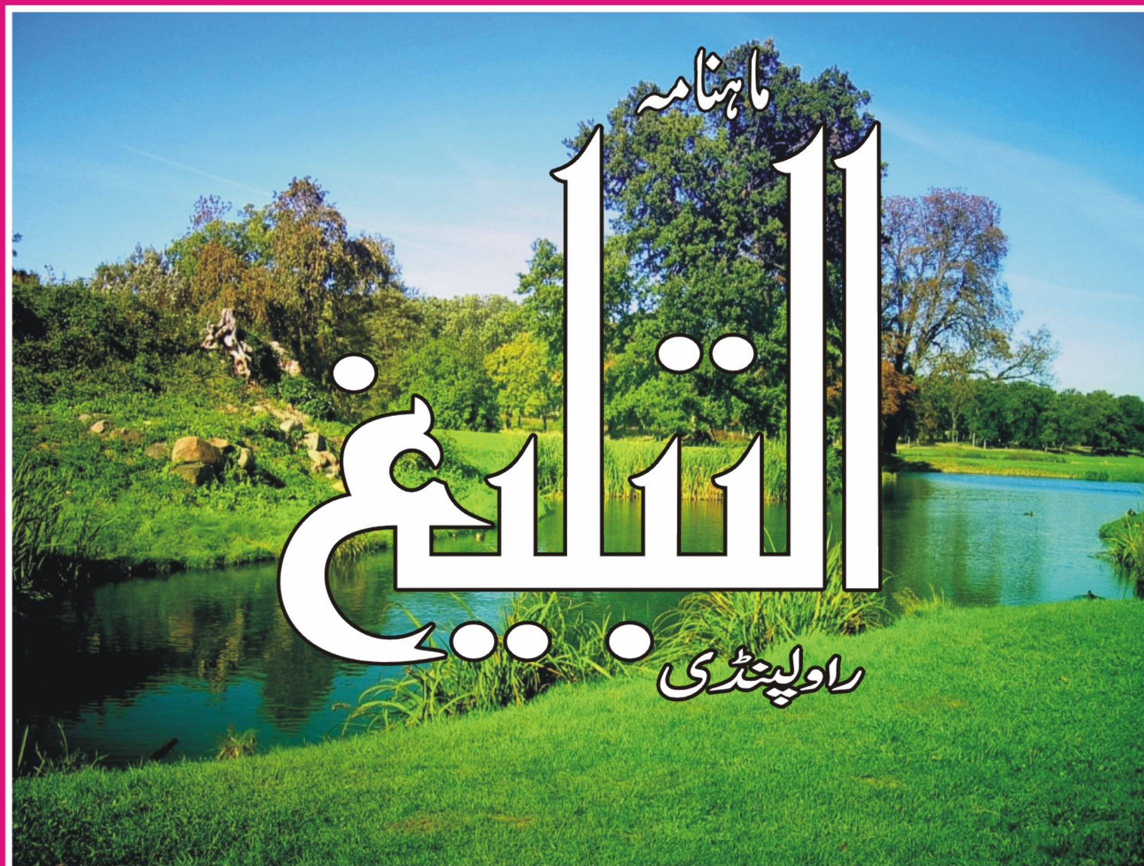

ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

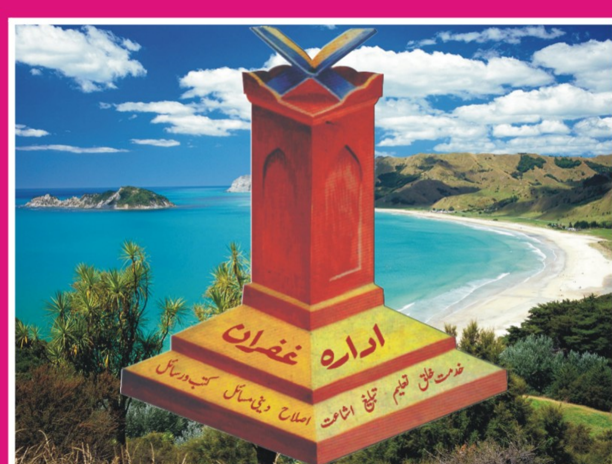

ترتیب وتحریر

صفحہ

اداریہ..................برداشت پیدا کرنے کی ضرورت............مفتی محمد رضوان 3

درسِ قرآن (سورہ بقرہ: قسط 147)...... تین طلاق کے بعد حلالہ کا حکم..................... // // 5

درسِ حدیث.............انسان کا پیدا کی جانے والی مٹی میں دفن کیا جانا.......... // // 19

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

ملفوظات...مفتی محمد رضوان 23

اجتماعیت کا فقدان اور متبادل انتظام... // // 26

معرکہ روح وبدن اور جنت کی گزرگاہیں...مفتی محمد امجد حسین 35

دس محرم سے متعلق بعض روایات کی حیثیت (دوسری وآخری قسط)..............مولانا محمد ریحان 43

اولاد باعثِ شفاعت..قاری جمیل احمد 48

ماہِ ذوالحجہ: آٹھویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات.....................مولانا طارق محمود 50

علم کے مینار: ...... امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے علمی ومعاشی مشاغل.....مولانا غلام بلال 52

تذکرۂ اولیاء:..........حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی امتیازی شان........مفتی محمد ناصر 58

پیارے بچو!.......................فضول گوئی کا انجام.......................مولانا محمد ریحان 65

بزمِ خواتین..................ازواج مطہرات کے نکاح (قسط 8)..............مفتی طلحہ مدثر 67

آپ کے دینی مسائل کا حل....... ضمیمہ: مقدّس اَوراق کا حکم...........ادارہ 74

کیا آپ جانتے ہیں؟............ دوستی کے آداب............مفتی محمد رضوان 79

عبرت کدہ... مدین کے کنویں پر تحفظِ حقوقِ نسواں کا پیغمبرانہ مظاہرہ.....مولانا طارق محمود 83

طب وصحت.......چند عام بیماریاں اور اُن کا آسان علاج (قسط 6).......مفتی محمد رضوان 86

اخبارِ ادارہ..........ادارہ کے شب وروز.......................مفتی محمد امجد حسین 90

اخبارِ عالم.......... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں..........مولانا غلام بلال 91

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

مفتی محمد رضوان

برداشت پیدا کرنے کی ضرورت

ہمارے معاشرہ میں قدم قدم پر جلد بازی، غصہ، لڑائی جھگڑا، نزاع واختلاف وغیرہ کی نوبت آتی ہے، ذرا ذرا سی بات پر بڑے بڑے جھگڑے اور تنازعات کھڑے ہوجاتے ہیں، جو بعض اوقات تھانہ، کچہری تک پہنچا دیتے ہیں، یا مدتِ دراز تک اور اس سے بڑھ کر زندگی بھر کے لیے ایک دوسرے سے قطع تعلقی وقطع رحمی کا باعث بن جاتے ہیں، اور بعض اوقات انسان کی جان لیوا بھی ثابت ہوجاتے ہیں، ورنہ کم از کم کسی مالی نقصان یا جسمانی وذہنی صدمہ کا باعث بن جاتے ہیں۔

مثلاً ہمارے یہاں گاڑی یا موٹر سائیکل چلاتے ہوئے جلد بازی کی خاطر کسی دوسرے سے گاڑی یا موٹر سائیکل ٹکرا جاتی ہے، اور عدمِ برداشت کی وجہ سے ایک بڑا مسئلہ کھڑا ہوجاتا ہے، اسی طرح مثلاً جلد بازی کی خاطر ڈرائیونگ کرتے ہوئے دوسرے کی حق تلفی یا ایذا رسانی ہوجاتی ہے، اور جھگڑے وتنازعہ کا باعث بن جاتی ہے، بعض اوقات راستہ وگزرگاہ میں رش اور ہجوم کے باعث ٹریفک کچھ وقت کے لیے رک جاتی ہے، ایسی حالت میں جلد بازی اور عدمِ برداشت کے عادی اپنی موٹر سائیکل یا گاڑی وغیرہ دوسرے سے آگے نکالنے کی خاطر آنے والے حصہ میں آگے تک پہنچا کر کھڑے ہوجاتے ہیں، جس کی وجہ سے ایک تو دوسروں کی حق تلفی لازم آتی ہے، دوسرے لوگوں کی ذہنی اذیت کا بھی باعث بنا جاتا ہے، تیسرے اس کی وجہ سے ٹریفک میں مزید تعطل پیدا ہوجاتا ہے کہ آنے والوں کے آنے کا راستہ بھی بند ہوجاتا ہے، اور دونوں طرف سے ٹریفک پھنس کر رہ جاتی ہے۔

اسی طرح بعض اوقات کسی سے بات چیت اور گفتگو کے دوران کوئی بات مزاج کے خلاف سامنے آنے پر بات بگڑ جاتی ہے، اور تعلقات وروابط تک ختم کرلیے جاتے ہیں، اور بعض اوقات خوامخواہ کسی سے بدگمانی کے نتیجہ میں اس طرح کی صورتِ حال پیدا ہوجاتی ہے۔

اس قسم کی سب چیزیں دراصل ''عدمِ برداشت'' (Intolerance) کا نتیجہ ہیں، اور ان سے نجات پانے کے لیے ہمیں اپنے اندر ''برداشت'' (Tolerance) کو پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

جس پر اسلام میں ''صبر'' (Patience) کے عنوان سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

صبر کو اسلام میں بڑی اہمیت دی گئی ہے، اس پر ابھارا گیا ہے، اس پر عظیم اجر وثواب کا وعدہ کیا گیا ہے، اور اس عمل پر جنت ومغفرت کی بشارت سنائی گئی ہے، غرضیکہ اسلام میں صبر کا درجہ اور صبر کے فضائل بڑے وسیع اور عظیم ہیں۔

اور برداشت کا مزاج 'صبر'' کو اختیار کرنے سے ہی بن سکتا ہے۔

پھر صبر کے جہاں اخروی فضائل وانعامات ہیں، اسی کے ساتھ اس کے دنیاوی فائدے بھی بڑے عظیم الشان ہیں، اسی وجہ سے دنیا کی جو قومیں بھی اپنے اندر صبر وبرداشت پیدا کرتی ہیں، وہ دنیا میں بھی ترقی کرتی ہیں۔

چنانچہ یورپ کے لوگوں میں تحمل وبرداشت کا خاص مشاہدہ کیا جاتا ہے، جو اُن لوگوں کے مختلف شعبوں میں نظر آتا ہے، اسی وجہ سے وہاں لڑائی جھگڑے وغیرہ کے واقعات بھی کم پیش آتے ہیں، اور ٹریفک وغیرہ کا نظام بھی ہمارے یہاں کے مقابلہ میں بہت زیادہ بہتر دکھائی دیتا ہے، تو اگر غیر مسلم بھی برداشت پیدا کر کے دنیا میں ترقی کر سکتے ہیں، جن کے حق میں یہ عمل کوئی عبادت وثواب والا کام بھی نہیں، تو مسلمان کیونکر اس کے فوائد وثمرات سے مستفید نہ ہوں گے۔

مگر ہم لوگوں کو دوسروں کے اندر کیڑے نکالنا تو آتا ہے، لیکن ان کی اچھی باتوں سے سبق سیکھنا نہیں آتا۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر شخص اپنے اندر صبر وبرداشت پیدا کرے، اور اپنی عملی زندگی میں قدم قدم پر اس کا مظاہرہ کرے، تو ان شاء اللہ اخروی ثواب کے ساتھ ساتھ دنیا میں بھی اس کے بہتر وعمدہ نتائج حاصل ہوں گے۔

اور اس عمل کو اجتماعی طور پر اختیار کرنے کے نتیجہ میں ان شاء اللہ تعالیٰ ملک وملت کی ترقی ہوگی، لڑائی جھگڑوں سے نجات حاصل ہو کر معاشرہ میں امن وسکون حاصل ہوگا۔ اللہ کرے کہ ایسا ہو۔آمین

(سورہ بقرہ: قسط نمبر147، آیت نمبر230) مفتی محمد رضوان

تین طلاق کے بعد حلالہ کا حکم

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ(سورة البقرة، رقم الآية ٢٣٠)

ترجمہ: پھر اگر طلاق دے دے وہ (یعنی شوہر) اس (عورت) کو، تو حلال نہیں ہوگی، وہ (عورت) اس (مرد) کے لیے اس کے بعد، یہاں تک کہ نکاح کر لے وہ (عورت) دوسرے شوہر سے، پھر اگر طلاق دے دے وہ (دوسرا شوہر) اس (عورت) کو، تو کوئی حرج نہیں ان دونوں پر اس میں کہ رجوع کریں وہ دونوں، اگر گمان کریں وہ دونوں یہ کہ قائم رکھیں گے اللہ کی حدود کو، اور یہ اللہ کی حدود ہیں، بیان کرتا ہے اللہ ان کو اس قوم کے لیے جو علم رکھتے ہیں (سورہ بقرہ)

تفسیر وتشریح

اس سے پہلے دو طلاقوں کا ذکر گزر چکا ہے، اور مذکورہ آیت میں یہ مضمون بیان کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو تیسری طلاق بھی دے دے، تو اس کے بعد وہ عورت اس سابق شوہر کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہوگی، جب تک کہ وہ دوسرے شوہر سے باقاعدہ نکاح نہ کرلے، پھر نکاح کے بعد اگر دوسرا شوہر طلاق دے دے، تو پھر اس عورت اور سابق شوہر دونوں کو آپس میں دوبارہ نکاح کرنا جائز ہے، بشرطیکہ وہ دونوں اللہ کی حدود واحکام کو قائم رکھ سکیں، یعنی اللہ کے بتلائے ہوئے طریقہ کے مطابق میاں بیوی ہوکر زندگی گزار سکیں، اور اللہ اپنی حدود واحکام کو واضح طور پر ان لوگوں کے لیے بیان کرتا ہے، جو علم رکھتے ہیں (جیسا کہ زوجین کے اصولی حقوق کا ذکر پہلے گزر چکا ہے) مذکورہ عمل کو شرعاً ''حلالہ'' کہا جاتا ہے۔

تین طلاق کے بعد حلالہ کے بغیر عورت کا حلال نہ ہونا

تین طلاق کے بعد حلالہ یعنی پہلے شوہر کے لیے حلال ہونے کے متعلق شرعاً یہ ضروری ہے کہ پہلے شوہر سے

عورت کو تین طلاق ملنے کے بعد، دوسرے شخص سے نکاح صحیح طریقہ پر اس وقت کیا جائے، جب کہ پہلے شوہر کی طرف سے دی ہوئی طلاق کی عدت ختم ہوجائے، اور اسی طریقہ سے اگر دوسرا شوہر طلاق دے دے، تو پہلے شخص سے نکاح کرنے کے لیے بھی یہ ضروری ہے کہ دوسرے شوہر کی طرف سے دی ہوئی طلاق کی عدت ختم ہوجائے۔

نیز جمہور فقہائے کرام کے نزدیک حلالہ کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ نکاح کے بعد دوسرا شوہر اس عورت سے صحبت بھی کرلے، جس کا کئی احادیث میں ذکر آیا ہے۔ [1]

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

طَلَّقَ رَجُلٌ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا، فَتَزَوَّجَهَا رَجُلٌ، ثُمَّ طَلَّقَهَا قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا، فَأَرَادَ زَوْجُهَا الْأَوَّلُ أَنْ يَتَزَوَّجَهَا، فَسُئِلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ، فَقَالَ: لَا، حَتَّى يَذُوقَ الْآخِرُ مِنْ عُسَيْلَتِهَا مَا ذَاقَ الْأَوَّلُ (مسلم، رقم الحديث ١٤٣٣ "١١٥")

ترجمہ: ایک آدمی نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں، تو اس (عورت) سے ایک دوسرے آدمی نے نکاح کیا، پھر اسے صحبت کرنے سے پہلے طلاق دے دی، پھر اس کے پہلے شوہر نے اس سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں سوال کیا گیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (سابق شوہر سے) اس وقت تک نکاح نہیں ہوسکتا، جب تک کہ دوسرا شخص اس عورت سے لطف اندوز نہ ہوجائے، جس طرح پہلا لطف اندوز ہوا تھا (مسلم)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا، ثُمَّ تَزَوَّجَهَا رَجُلٌ فَأَغْلَقَ الْبَابَ وَأَرْخَى السِّتْرَ، وَنَزَعَ الْخِمَارَ، ثُمَّ طَلَّقَهَا قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا، تَحِلُّ لِزَوْجِهَا الْأَوَّلِ؟ فَقَالَ: " لَا حَتَّى يَذُوقَ عُسَيْلَتَهَا " (مسند احمد، رقم الحديث ٥٢٧٧، حديث صحيح لغيره)

[1] اور صحبت کا کم از کم درجہ یہ ہے کہ شوہر کے حشفہ کا دخول ہوجائے، اگرچہ اس کو یا عورت کو انزال نہ ہو۔
(كذا في: الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٤١، ص ٣٤٤، مادة "نكاح)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک آدمی کے بارے میں سوال کیا گیا، جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی تھیں، پھر اس عورت سے ایک اور آدمی نے نکاح کیا، پھر نکاح کے بعد اس نے دروازہ بند کرلیا، اور پردہ لٹکا دیا، اور عورت کی اوڑھنی اتار دی، لیکن پھر اس سے صحبت کرنے سے پہلے طلاق دے دی، کیا وہ پہلے شوہر کے لیے حلال ہوجائے گی؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں! یہاں تک کہ وہ آدمی اس عورت سے لطف اندوز نہ ہوجائے (مسند احمد)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا، فَتَزَوَّجَتْ زَوْجًا فَمَاتَ عَنْهَا قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا، هَلْ يَتَزَوَّجُهَا الْأَوَّلُ؟ قَالَ :لَا، حَتَّى يَذُوقَ عُسَيْلَتَهَا (مسند ابی یعلیٰ، رقم الحدیث ۴۱۹۹، باسناد حسن)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا، جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی تھیں، پھر اس نے دوسرے شوہر سے نکاح کیا، پھر اس کا دوسرا شوہر اس سے صحبت کرنے سے پہلے فوت ہوگیا کہ کیا اس عورت سے پہلا شوہر نکاح کرسکتا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ نہیں، یہاں تک کہ وہ (یعنی دوسرا شوہر) اس عورت سے لطف اندوز نہ ہوجائے (ابویعلیٰ)

سورہ بقرہ کی مندرجہ بالا آیت اور مذکورہ احادیث کے پیشِ نظر فقہائے کرام کا اس بارے میں اتفاق ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو صحبت کے بعد تین طلاقیں دے دے، تو وہ عورت کسی دوسرے شخص سے نکاح کیے اور طلاق ملے بغیر، پہلے شوہر کے لیے حلال نہیں ہوگی۔

اور جمہور اہلِ علم کے نزدیک دوسرے شوہر کا اس عورت سے صحبت کرنا بھی ضروری ہے۔

اور مذکورہ احادیث میں تین طلاقوں کے بیک وقت یا الگ الگ اوقات میں ہونے کا ذکر نہیں، اس لیے جمہور امت کے نزدیک یہ حکم جس طرح الگ الگ اوقات کی تین طلاقوں کو شامل ہے، اسی طرح ایک وقت کی تین طلاقوں کو بھی شامل ہے۔

اکٹھی تین طلاق کا حکم

اس کے بعد یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ طلاق دینے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ یا تو عورت کی پاکی کے زمانہ میں

www.idaraghufran.org

ایک طلاق دینے پر اکتفاء کیا جائے، اور اگر تین طلاقیں دی جائیں، تو بیک وقت ایک سے زیادہ طلاقیں نہ دی جائیں، بلکہ عورت کے پاکی کے زمانہ میں ایک طلاق دی جائے، پھراس کے بعد ضرورت سمجھی جائے، تو دوسری پاکی کے زمانہ میں دوسری، اور پھر تیسری پاکی کے زمانہ میں تیسری طلاق دی جائے۔

اور بیک وقت اکٹھی تین طلاقیں دینا حنفیہ سمیت متعدد فقہائے کرام کے نزدیک گناہ ہے، کیونکہ یہ شریعت کی طرف سے بتلائے ہوئے طلاق دینے کے صحیح طریقہ کے خلاف ہے۔

لیکن اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے دے، تو جمہور امت کے نزدیک جن میں چاروں فقہ کے ائمہ (یعنی امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ) اور متعدد اہلِ ظاہر بھی شامل ہیں، نیز اکثر صحابۂ کرام وخلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور چاروں عبادلہ (یعنی حضرت ابنِ عمر، حضرت ابنِ عمرو، حضرت ابنِ عباس اور حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہم) اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وغیرہ اور اکثر تابعین، ان سب حضرات کے نزدیک تینوں طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں۔

چنانچہ اوپر جو احادیث ذکر کی گئیں، ان میں تین طلاق کے بعد حلالہ کا ذکر ہے، لیکن اکٹھی یا الگ وقتوں میں تین طلاقوں کی کوئی قید مذکور نہیں، اس لیے یہ حکم اپنے عموم کے ساتھ جس طرح تین الگ الگ وقتوں کی طلاقوں کو شامل ہے، اسی طرح ایک وقت کی اکٹھی تین طلاقوں کو بھی شامل ہے۔

البتہ شیعہ امامیہ کے نزدیک اکٹھی تین طلاق دینے کی صورت میں ایک طلاق بھی واقع نہیں ہوتی۔

جبکہ زیدیہ اور بعض ظاہریہ اور علامہ ابنِ تیمیہ وابنِ قیم کے نزدیک اکٹھی تین طلاقیں دینے کی صورت میں صرف ایک طلاق واقع ہوتی ہے۔

(کذا فی: الفقہ الاسلامی و ادلتۂ للزحیلی، ج۹ ص ۶۹۲۷، القسم السادس، الباب الثانی، الفصل الاول، المبحث الثالث)

شیعہ امامیہ کا کہنا ہے کہ جس طرح حیض کی حالت میں طلاق دینا گناہ ہے، اسی طرح اکٹھی تین طلاقیں دینا بھی گناہ ہے، لہٰذا گناہ والا عمل ہونے کی وجہ سے ایک طلاق بھی واقع نہ ہوگی۔

نیز قرآن مجید میں طلاق دینے کے بعد یا تو بیوی کو اچھے طریقہ پر روکے رکھنے کا یا اچھے طریقہ پر چھوڑنے کا حکم ہے، لہٰذا جس طلاق کے بعد روکے رکھنے کا اختیار نہ ہو، اس کا اعتبار نہیں ہونا چاہئے۔

مگر یہ بات راجح نہیں، کیونکہ کسی کام کے گناہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ مؤثر و معتبر بھی نہ ہو، اسی طرح قرآن مجید میں جو طلاق دینے کے بعد بیوی کو اچھے طریقہ سے روکنے یا چھوڑ دینے کا حکم ہے، وہ دو

طلاق کے بعد تک ہے، تیسری طلاق کے بعد یہ حکم نہیں، بلکہ اس کے بعد حلالہ کا ذکر ہے، جیسا کہ اوپر تفصیل کے ساتھ گزرا۔

جبکہ زید یہ اور علامہ ابنِ تیمیہ وابنِ قیم وغیرہ کا کہنا یہ ہے کہ قرآن مجید کی سورہ بقرہ میں طلاق کے دومرتبہ ہونے کا ذکر آیا ہے، پھراس کے بعد ہی حلالہ کا ذکر آیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ طلاق دینے کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ ایک طلاق ہی دی جائے، لہٰذا اس حکم کے برخلاف ایک وقت کی تین طلاقیں واقع نہیں ہوں گی، بلکہ وہ صحیح طرح طلاق دینے کے طریقہ کے مطابق ایک ہی قرار دی جائیں گی۔

لیکن یہ دلیل بھی زیادہ وزنی نہیں، کیونکہ اولاً تو قرآن مجید میں جو طریقہ بیان کیا گیا ہے، وہ جائز اور مشروع طریقہ ہے، جس سے دوسرے طریقہ پر دی جانے والی طلاق کا واقع نہ ہونا لازم نہیں آتا، جیسا کہ دنیا کے بے شمار گناہ کے کام ہیں کہ گناہ ہونے کے باوجود واقع ہوجاتے ہیں، مثلاً کسی کو قتل کرنا گناہ ہے، لیکن اس کے باوجود مقتول تو قتل ہوجاتا ہے، وغیرہ۔

دوسرے قرآن مجید کی مذکورہ آیت میں دومرتبہ طلاق کا ذکر ہے، اور دومرتبہ طلاق کے ذکر سے دو الگ الگ وقتوں میں طلاق دینا ثابت نہیں ہوتا، بلکہ صرف دومرتبہ کے عدد کی طلاق کا ثبوت ہوتا ہے، خواہ وہ الگ الگ وقتوں میں دی جائیں یا ایک وقت میں، بہرحال وہ دو ہی طلاقیں کہلائیں گی۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے ایک طلاق حیض کی حالت میں دی تھی، جس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو رجوع کرنے کا حکم دیا تھا، اس روایت میں حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کا بھی ذکر آیا ہے کہ اگر کوئی اپنی بیوی کو ایک کے بجائے تین طلاق دے دے، تو پھر رجوع کا حق نہ رہے گا، اور وہ گناہ گار بھی ہوگا، یہ حدیث صحیح سند کے ساتھ مروی ہے، اور پہلے ذکر کی جاچکی ہے۔

ایک وقت کی تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے والے حضرات کی دوسری دلیل صحیح مسلم وغیرہ کی طاوس سے مروی حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ہے، جس میں ان سے مروی ہے کہ:

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں کے زمانہ میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دوسالوں کے دوران تین طلاقیں ایک ہوتی تھیں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں فرمایا کہ لوگ اس چیز میں جلدی کرنے لگے، جس میں انہیں مہلت دی گئی تھی، تو ہم ان کی طلاق کو معتبر قرار دیں گے، لہٰذا

www.idaraghufran.org

انہوں نے تین طلاق کو معتبر قرار دیا‘‘۔ [1]

جس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بنیادی طور پر تین طلاقوں کے ایک ہونے کا حکم تھا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں تین طلاقوں کو تین قرار دینے کا جو حکم دیا تھا، وہ صرف سیاسی اور سزا کے طور پر جاری کیا تھا۔

لیکن یہ دلیل بھی زیادہ قوت کی حامل نہیں، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفۂ راشد تھے، اور وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے حلال شدہ چیز کو حرام کیسے قرار دے سکتے تھے، کیونکہ خلفائے راشدین کے سیاسی فیصلے شریعت کے مطابق تھے، لہٰذا مذکورہ حدیث سے جو یہ مطلب نکالا گیا وہ درست نہیں، اور اس حدیث کا درست مطلب کچھ اور ہے، مثلاً یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے ضرورت کے وقت صحابۂ کرام وغیرہ تین کے بجائے ایک وقت میں صرف ایک طلاق دیا کرتے تھے۔

کیونکہ شریعت کا بتلایا ہوا طریقہ یہی تھا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب اسلام کی اشاعت ہوئی، اور نئے نئے غیر مسلم اسلام میں داخل ہوئے، تو انہوں نے شریعت کے اس بتلائے ہوئے طریقہ کی مخالفت شروع کر دی، جس میں ایک ساتھ تین طلاقوں کے بجائے مہلت اور وقفہ کے ساتھ طلاق دینے کا حکم تھا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس طریقہ پر تینوں طلاقیں واقع ہونے کا قانون بنا دیا۔

لہٰذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلے سے موجود شریعت کے فیصلہ ہی کو قانونی و آئینی حیثیت دی تھی، اپنی طرف سے کوئی نیا حکم جاری نہیں کیا تھا، اور اس پر کسی صحابی کو اختلاف نہیں ہوا تھا۔

(كذا في:ابحاث هيئة كبار العلماء، ج ١ ص ٤٣٨ الىٰ ٤٤٠، حكم الطلاق الثلاث بلفظ واحد)

یہی وجہ ہے کہ اس حدیث کے راوی حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کا اپنا فتویٰ بھی ایک وقت کی تین طلاقوں کے تین ہونے ہی کا ہے، بلکہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ساتھ ہی قرآن مجید میں سورہ طلاق کی یہ آیت بھی دلیل میں مروی ہے کہ:

’’وَتِلْکَ حُدُودُ اللّٰہِ وَمَنْ یَتَعَدَّ حُدُودَ اللّٰہِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَہُ لَا تَدْرِی لَعَلَّ اللّٰہَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِکَ أَمْرًا‘‘

---

[1] عن ابن طاوس، عن أبيه، عن ابن عباس، قال " :كان الطلاق على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم، وأبي بكر، وسنتين من خلافة عمر، طلاق الثلاث واحدة، فقال عمر بن الخطاب :إن الناس قد استعجلوا في أمر قد كانت لهم فيه أناة، فلو أمضيناه عليهم، فأمضاه عليهم(مسلم، رقم الحديث ١٤٧٢" ١٥ ")

اس آیت میں یہ بات مذکور ہے کہ جو اللہ کی حدود سے تجاوز کرتا ہے، تو وہ اپنے آپ پر ظلم کرتا ہے، اسے معلوم نہیں کہ اس کے بعد اللہ کوئی نیا امر پیدا فرمادے۔

جس سے معلوم ہوا کہ جو شخص ایک وقت میں ایک طلاق کے بجائے تین طلاقیں دیتا ہے، وہ اللہ کی حدود سے تجاوز کرتا ہے، اور اپنے آپ پر ظلم کرتا ہے، وہ اس طرح سے کہ اگر بعد میں رجوع وغیرہ کی ضرورت پیدا ہوگئی، تو اس کا راستہ باقی نہیں رہتا۔

نیز اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

"وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا"

اس سے معلوم ہوا کہ جو اللہ سے ڈرتا ہے، اس کے لیے رجوع کا راستہ ہوتا ہے، اور بیک وقت تین طلاقیں دینے والا، اللہ سے نہیں ڈرا، اور اس نے اکٹھی تین طلاقیں دے کر اللہ کی نافرمانی کی، اس لیے اس کی تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی، اور رجوع کا راستہ نہیں رہے گا۔ [1]

امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس سلسلہ میں فرمایا کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے متعدد جلیل القدر شاگردوں نے ایک وقت کی تین طلاقوں کے معتبر ہونے کو روایت کیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ اگر طاووس کی روایت کا وہی مطلب ہوتا، جو مذکورہ حضرات نے مراد لیا، تو حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ خود اس کی کیسے مخالفت فرماتے۔

(ملاحظہ ہو: السنن الصغیر للبیهقی، رقم الحدیث ۲۶۶۷)

نیز متعدد حضرات نے طاووس سے مروی مذکورہ حدیث کو "شاذ" قرار دیا ہے۔

(کذا فی: ابحاث هیئة کبار العلماء، ج ۱ ص ۴۵۸، ۴۵۹، حکم الطلاق الثلاث بلفظ واحد)

ایک وقت کی تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے والے حضرات کی تیسری دلیل حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ہی مروی مسند احمد میں حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دی تھیں، جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قرار دیا تھا۔

---

[1] عن مُجاهِدٍ، قال: كُنتُ عندَ ابنِ عباس، فجاءه رجلٌ فقال: إنه طلَّقَ امرأتَه ثلاثاً، قال: فَسَكَتَ حتى ظننتُ أنه رادُّها إليه، ثم قال: يَنطَلِقُ أحدُكم فيركبُ الحَمُوقَةَ ثم يقولُ: يا ابنَ عباس، يا ابنَ عباس، وإن الله قال: (وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا) وإنک لم تَتَّقِ الله فلا أجد لک مخرجاً، عَصَيتَ ربَّکَ، وبانَتْ مِنکَ امرأتُکَ، وإنَّ الله قال: (يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ) فی قبل عدَّتهنَّ (سنن أبی داود، رقم الحدیث ۲۱۹۷)

قال شعیب الارنؤوط: إسناده صحیح کما قال الحافظ فی "الفتح" (حاشیة سنن ابی داود)

مگر واقعہ یہ ہے کہ یہ دلیل بھی زیادہ مضبوط نہیں، کیونکہ اولاً تو یہ حدیث سند کے اعتبار سے ضعیف وکمزور ہے، جس سے استدلال کرنا درست نہیں۔ [1]

دوسرے حضرت رکانہ کا یہ واقعہ جو زیادہ معتبر سند کے ساتھ مروی ہے، جس کو ابوداؤد نے بھی صحیح قرار دیا ہے، اور یہ واقعہ خود حضرت رکانہ کے اہلِ خاندان سے مروی ہے، جو اپنے خاندان کے واقعہ کو باہر کے لوگوں سے زیادہ جانتے ہیں، اس میں حضرت رکانہ کے تین طلاق دینے کا ذکر نہیں، بلکہ طلاقِ ''بتہ'' کا ذکر ہے (اور عربی زبان میں ''بتہ'' کے لفظ سے ایک طلاق دینے کی بھی نیت کی جاسکتی ہے، اور تین طلاق دینے کی بھی نیت کی جاسکتی ہے)

(كذا في: شرح النووی علیٰ مسلم، ج۱۰ ص ۷۱، کتاب الطلاق، باب طلاق الثلاث)

جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رکانہ سے نیت کا معلوم کیا تھا، جس پر انہوں نے ایک طلاق کی نیت ہونے کا جواب دیا تھا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بیوی سے رجوع کرنے کا حکم فرمایا تھا، لہٰذا یہ واقعہ ایک طلاق سے متعلق ہوا، نہ کہ تین طلاقوں سے متعلق، اور اس سے ایک وقت کی تین طلاقوں کے ایک ہونے پر استدلال کرنا درست نہ ہوا۔ [2]

---

[1] حدثنا سعد بن إبراهيم، حدثنا أبي، عن محمد بن إسحاق، حدثني داود بن الحصين، عن عكرمة، مولى ابن عباس، عن ابن عباس، قال " :طلق ركانة بن عبد يزيد أخو بني المطلب امرأته ثلاثا في مجلس واحد، فحزن عليها حزنا شديدا، قال :فسأله رسول الله صلى الله عليه وسلم " :كيف طلقتها؟ "قال :طلقتها ثلاثا، قال :فقال " :في مجلس واحد؟ "قال :نعم قال: "فإنما تلك واحدة فأرجعها إن شئت "قال :فرجعها فكان ابن عباس " :يرى أنما الطلاق عند كل طهر (مسند احمد، رقم الحديث ۲۳۸۷)

قال شعيب الارنؤوط: إسناده ضعيف، رواية داود بن الحصين عن عكرمة فيها شيء، قال علي ابن المديني : ما روى عن عكرمة فمنكر، وقال أبو داود :أحاديثه عن شيوخه مستقيمة، وأحاديثه عن عكرمة مناكير، وقال الذهبي في كتابه" :من تكلم فيه وهو موثق(105) ") : ثقة مشهور، له غرائب تستنكر(حاشية مسند احمد)

[2] حدَّثنا ابنُ السرح وإبراهيمُ بنُ خالد الكلبي في آخرين قالوا :حدَّثنا محمدُ بنُ إدريس الشافعيُّ، حدثني عمي محمدُ بنُ علي بن شافع، عن عُبيد الله ابنِ علي بنِ السائب، عن نافعِ بنِ عُجير بن عبد يزيد بن رُكانة أن رُكانةَ بنَ عبدِ يزيد طلَّق امرأته سُهَيمة البتة، فأخبر النبيَّ -صلَّى الله عليه وسلم -بذلك، وقال :والله ما أردتُ إلا واحدةً، فقال رسولُ الله -صلَّى الله عليه وسلم " :-والله ما أردتَ إلا واحدةً؟ "فقال رُكانة :والله ما أردتُ إلا واحدة، فردها إليه رسولُ الله -صلَّى الله عليه وسلم -، فطلقها الثانيةَ في زمان عمر، والثالثة في زمانِ عثمان (سنن أبي داود، رقم الحديث ۲۲۰۶، باب في البتّة) ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

تیسرے خود حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کا فتویٰ ایک وقت کی تین طلاقوں کے تین واقع ہونے کا ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔ [1]

جمہور فقہائے کرام جو الگ الگ اوقات کی تین طلاقوں کی طرح ایک وقت کی تین طلاقوں کے بھی تین ہونے کے قائل ہیں، انہوں نے قرآن وسنت اور اجماع وقیاس کے علاوہ صحابۂ کرام وتابعین کے آثار واقوال سے دلیل پکڑی ہے، اوران کا قول دلائل کے لحاظ سے نہایت راجح اور مضبوط ہے۔

چنانچہ اولاً تو قرآن مجید میں دو مرتبہ تک طلاق دینے کے بعد ہی رجوع کرنے یا تیسری طلاق دینے کا ذکر ملتا ہے، تیسری طلاق کے بعد رجوع کے بجائے حلالہ کا ذکر ملتا ہے۔

اور اگر قرآن مجید کی آیت سے دو الگ الگ وقتوں میں دو طلاق کو مراد لیا جائے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ طلاق دینے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ جس کے بعد رجوع کا حق واختیار ہوتا ہے، لیکن اگر کسی نے تین طلاقیں اکٹھی دے دیں، تو اس نے خود اپنے رجوع کے حق کو ختم کر دیا ہے، جس کا حق واختیار اسے قرآن مجید کی رو سے حاصل تھا، لہٰذا اس کے بعد وہی حکم ہوگا، جو اللہ تعالیٰ نے بایں الفاظ بیان فرمایا ہے کہ "**فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ**" اور احادیث میں بھی اس کی تفصیل آئی ہے، جیسا کہ گزرا۔

اس کے علاوہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے اکٹھی تین طلاقیں دینے والے کے بارے میں فرمایا کہ اس کو رجوع کا حق نہیں ہوتا، اور وہ گناہ گار بھی ہوتا ہے، یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے۔

نیز صحابۂ کرام وتابعین کی اکثریت کا ایک وقت کی تین طلاقوں پر اجماع ثابت ہے، بہت سے صحابۂ کرام وتابعین کے آثار ایک وقت کی تین طلاقوں کے تین ہونے پر موجود ہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ قال شعیب الارنؤوط: إسناده حسن (حاشية سنن ابی داود)

عن عبدِ الله بن علی بن يزيد بنِ رُكانة، عن أبيه عن جَدِّه، أنه طلَّق امرأته البتةَ، فأتى رسولَ الله - صلَّى الله عليه وسلم -، فقال" :ما أرَدْتَ "؟ قال :واحِدَة، قال" :آللهِ؟ "قال :آللهِ، قال" :هو على ما أردتَ. قال أبو داود :وهذا أصحُّ مِن حديث ابنِ جُريج :أن رُكانة طلق امرأتَه ثلاثاً، لأنهم أهلُ بيته وهم أعلمُ به، وحديثُ ابنِ جريج رواه عن بعضِ بنى أبى رافع، عن عِكرمة، عن ابن عباس (سنن أبى داود، رقم الحديث ٢٢٠٨)

قال شعيب الارنؤوط: حديث حسن (حاشية سنن ابی داود)

[1] وأجيب: بأن ابن إسحاق وشيخه مختلف فيهما مع معارضته بفتوى ابن عباس بوقوع الثلاث كما سيأتى إن شاء الله تعالى وبأنه مذهب شاذ فلا يعمل به إذ هو منكر، والأصح ما رواه أبو داود والترمذى وابن ماجة أن ركانة طلق زوجته البتة (ارشاد السارى لشرح صحيح البخارى للقسطلانى، ج٨ص ١٣٣، كتاب الطلاق ، باب من أجاز طلاق الثلاث الخ)

www.idaraghufran.org

اور قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ایک وقت کی تین طلاقیں، اسی لیے گناہ ہیں کہ وہ واقع ہوجاتی ہیں، اور رجوع کا حق باقی نہیں رہتا۔

جس طرح سے کسی کو ناحق قتل کیا جائے، تو وہ قتل ہوجاتا ہے، اور اس کے گناہ ہونے کی وجہ یہی ہے کہ اس نے ایک کے بجائے تین طلاقیں دے کر شریعت کے صحیح طریقہ کے خلاف کیا، اگر ایک وقت کی تین طلاقیں بھی ایک ہی ہوتیں، تو اس میں گناہ لازم آنے کی کوئی معقول وجہ نہیں تھی، کیونکہ اس صورت کا مآل اور نتیجہ تو وہی تھا جو ایک طلاق دینے کی صورت میں تھا کہ رجوع کا بھی حق تھا، اور آئندہ دو طلاقوں کا حق بھی باقی تھا۔

لہٰذا اس صورت کا گناہ ہونا، اس کے ایک طلاق کا حکم ہونے کی نفی کرتا ہے۔

اسی وجہ سے سعودی عرب کی مجلس ''ھیئتِ کبار العلماء'' کی اکثریت نے ایک لفظ کی تین طلاق کے واقع ومعتبر ہونے سے متعلق مفصل ومدلل فیصلہ کیا ہے، جو سعودی عرب سے کتابی صورت میں شائع ہوچکا ہے، اس فیصلہ میں علامہ ابنِ تیمیہ وابنِ قیم وغیرہ کی طرف سے پیش کیے گئے دلائل اور شبہات کے بھی جوابات شائع ہوئے ہیں۔ [1]

لہٰذا مذکورہ صورت میں جمہور فقہاء وصحابہ اور جمہور امت کا قول ہی دلائل کے لحاظ سے راجح ومضبوط ہوا۔

تکرارِ طلاق کی صورت میں حکم

مذکورہ حکم تو اس صورت میں تھا، جبکہ ایک وقت میں باضابطہ تین طلاقیں دی جائیں۔

لیکن اگر کوئی شخص تین طلاق کی اپنے الفاظ میں صراحت تو نہ کرے، البتہ ''طلاق ہے، طلاق ہے'' وغیرہ جیسے الفاظ تین مرتبہ دہرائے، تو اگر اس کی نیت ان الفاظ کو تین مرتبہ دہرانے سے تین طلاقوں کی ہی ہو، تو ائمہ اربعہ کے نزدیک تینوں طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں۔ [2]

---

[1] بعد الاطلاع على البحث المقدم من الأمانة العامة لهيئة كبار العلماء والمعد من قبل اللجنة الدائمة للبحوث والإفتاء فى موضوع (الطلاق الثلاث بلفظ واحد) .

وبعد دراسة المسألة، وتداول الرأى، واستعراض الأقوال التى قيلت فيها، ومناقشة ما على كل قول من إيراد – توصل المجلس بأكثريته إلى اختيار القول بوقوع الطلاق الثلاث بلفظ واحد ثلاثا (ابحاث هيئة كبار العلماء، ج ۱ ص ۵۴۱، حكم الطلاق الثلاث بلفظ واحد)

[2] البتہ علامہ ابن تیمیہ اور بعض اہلِ ظاہر کے نزدیک مذکورہ صورت میں ایک طلاق واقع ہوتی ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔

(كذا فى:الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱ ص ۲۱۰، مادة ''اتحاد'')

www.idaraghufran.org

اور اگر مذکورہ صورت میں تین طلاقوں کی نیت نہ ہو، بلکہ ایک ہی طلاق کو بار بار دہرانے یا دوسرے کو ایک طلاق واقع کرنے کے سمجھانے کی نیت ہو، اور طلاق دینے والا اس نیت کے ہونے کا دعویٰ کرے، تو حنفیہ کے نزدیک اس کی یہ نیت دیانۃً قبول کرلی جائے گی، لیکن قضاء قبول نہیں کی جائے گی، بلکہ حنفیہ کے نزدیک اس کی بیوی کو بھی ایسی نیت کا اعتبار کرنا جائز نہ ہوگا ''لان المرأۃ کالقاضی''

جبکہ بعض دیگر فقہاء کے نزدیک مذکور صورت میں شوہر کی نیت، قضاءً اور دیانۃً دونوں طریقوں سے قبول کرلی جاتی ہے، اور ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے۔

اور اگر شوہر کی ایک سے زیادہ مرتبہ طلاق کے الفاظ سے کچھ نیت نہ ہو، یعنی نہ تو ایک طلاق کی نیت ہو، اور نہ ہی دو یا تین طلاق کی نیت ہو، تو پھر اکثر فقہائے کرام کے نزدیک تینوں طلاقیں واقع ہوجائیں گی، البتہ بعض فقہاء اور علامہ ابنِ حزم کے نزدیک اس صورت میں بھی ایک طلاق واقع ہوتی ہے، کیونکہ یہاں تاکید کا احتمال پایا جاتا ہے، لہٰذا یقینی صورت کو ترجیح حاصل ہوگی۔ [1]

---

[1] آج کل جہالت، کم علمی، دینی مسائل سے ناواقفیت اور دینی احکام کی اہمیت نہ ہونے کی وجہ سے اکثر عوام کا حال یہ ہے کہ انہیں طلاق کے احکام اور اس کی مختلف صورتوں میں فرق کا بھی علم نہیں، اور وہ غصہ میں آکر سوچے سمجھے بغیر متعدد مرتبہ طلاق کے الفاظ بول دیتے ہیں، اور بعض فقہائے کرام نے مجتہد فیہ مسائل میں جہالت کو عذر تسلیم کیا ہے۔

اس لیے موجودہ حالات میں اگر کوئی شخص تین مرتبہ طلاق کے الفاظ دھرا کر یہ دعویٰ کرے کہ اس نے ایک طلاق کی نیت کی تھی، تو بندہ کے نزدیک ''فیما بینی وبین اللہ'' بعض دوسرے فقہاء کے قول پر عمل کرتے ہوئے، اس کی نیت کو قضاءً ودیانۃً قبول کیے جانے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، مزید احتیاط کے لیے اس سے حلف لیا جاسکتا ہے۔

اور اگر شوہر نے کوئی بھی نیت نہ کی ہو، یعنی نہ تو ایک طلاق کی اور نہ ہی تین طلاق کی، جیسا کہ لاعلم عوام کا حال ہے، تو اس صورت میں بھی بندہ کا ذاتی رجحان بعض فقہاء اور ابنِ حزم کے قول پر ایک طلاق قرار دینے کی گنجائش کی طرف ہے، اگرچہ شافعیہ وغیرہ نے اس کو مرجوح قول قرار دیا ہے، لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مرجوح ہونا اس صورت میں ہونا چاہئے، جبکہ ایک اور تین کے احکام میں متکلم کو فرق معلوم ہو، اور جہاں ایسا نہ ہو، جیسا کہ آج کل کے بیشتر عوام کی حالت ہے، اور متکلم خود بھی اس کا اعتراف کر رہا ہو، تو اگر متکلم کی بات پر اطمینان ہو، تو پھر حکم مختلف ہونا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

وإن أراد التأكيد أو الإفهام فإنه تقع واحدة .

وتقبل نية التأكيد ديانة لا قضاء عند الحنفية والشافعية، وتقبل قضاء وإفتاء عند المالكية والحنابلة.

وإن أطلق فيقع ثلاثا عند الحنفية والمالكية والحنابلة، وهو الأظهر عند الشافعية؛ لأن الأصل عدم التأكيد .

والقول الثانى عند الشافعية أنه تقع طلقة واحدة؛ لأن التأكيد محتمل، فيؤخذ باليقين .وهو قول ابن حزم .

ومثل: أنت طالق أنت طالق أنت طالق، قوله: أنت طالق طالق طالق، عند الحنفية والمالكية والشافعية وكذلك الحنابلة، فى وقوع الطلاق وتعدده عند نيته، وفى إرادة التأكيد والإفهام .أما عند الإطلاق فإنه يقع الطلاق ثلاثا فى الأولى، وتقع واحدة فى الثانية (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ا ص ا ا ٢، مادة "اتحاد")

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

یہ بات یاد رہے کہ مذکورہ حکم اس صورت میں ہے، جبکہ شوہر اپنی بیوی کو اس وقت طلاق دے، جبکہ نکاح کے بعد وہ کم از کم ایک مرتبہ صحبت و جماع کر چکا ہو، لیکن اگر نکاح ہونے کے بعد ابھی شوہر نے ایک مرتبہ بھی صحبت نہیں کی، اور اس سے پہلے ہی طلاق دے دی، تو اگر شوہر نے تین طلاقیں آگے پیچھے الفاظ میں دی ہوں، مثلاً یہ کہا ہو کہ ’’تجھے ایک طلاق، دوسری طلاق، تیسری طلاق‘‘ یا مثلاً یہ کہا ہو کہ ’’طلاق، طلاق، طلاق‘‘ یا اسی طرح کا کوئی جملہ کہا ہو، جس میں تینوں طلاقیں آگے پیچھے دی ہوں، تو اس صورت میں حنفیہ وشافعیہ کے نزدیک بھی صرف ایک طلاق ہی واقع ہوتی ہے، دوسری اور تیسری طلاق واقع نہیں ہوتی، کیونکہ صحبت و جماع سے پہلے طلاق دینے کی صورت میں عورت پر عدت واجب نہیں ہوتی، اور وہ پہلی طلاق ہوتے ہی فوراً اجنبی ہو جاتی ہے، اور مزید طلاق کا محل نہیں رہتی، اسی وجہ سے ایسی عورت کو طلاق ملتے ہی فوراً دوسرے شخص سے نکاح کرنا بھی جائز ہو جاتا ہے۔

(کذا فی:الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ا ص ٢ ١ ٢ ، مادة ’’اتحاد‘‘)

حلالہ کی مختلف صورتوں کے احکام

تین طلاقیں واقع ہونے کے بعد قرآن مجید کی مذکورہ آیت میں حلالہ کا ذکر ہے، لیکن بعض صورتوں میں حلالہ کرنا اور کرانا گناہ ہے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهُ (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ١٩٣٤ ، بَابُ الْمُحَلِّلِ وَالْمُحَلَّلِ لَهُ، باسناد صحيح لغيره)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم نے لعنت فرمائی حلالہ کرنے والے پر، اور اس شخص پر بھی کہ جس کے لیے حلالہ کیا جائے (ابن ماجہ)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فإن لم ينو عددا من الطلاق فهى واحدة، لأنها أقل الطلاق فهى اليقين الذى لا شك فيه أن يلزمه، ولا يجوز أن يلزم زيادة بلا يقين... :فلو قال لموطوءة :أنت طالق أنت طالق أنت طالق -فإن نوى التكرير لكلمته الأولى وإعلامها فهى واحدة، وكذلك إن لم ينو بتكراره شيئا -فإن نوى بذلك أن كل طلقة غير الأخرى فهى ثلاث إن كررها ثلاثا، ولا اثنتان إن كررها مرتين بلا شكفلو قال لغير موطوءة منه :أنت طالق أنت طالق فهى طلقة واحدة فقط، لأن تكراره للطلاق وقع -وهى فى غير عدة منه -إذ لا عدة على غير موطوءة بنص القرآن وهى أجنبية بعد، وطلاق الأجنبية باطل.

واختلف الناس فى هذا :-فقالت طائفة كما قلنا(المحلى بالاثار لابن حزم، ج ١٩ ،ص ١٥٣ ،كتاب النكاح)

www.idaraghufran.org

اس طرح کی احادیث اور سندوں سے بھی مروی ہیں۔

اس طرح کی احادیث میں حلالہ کرنے اور کرانے والے پر لعنت آئی ہے، جس سے معلوم ہوا کہ یہ عمل شریعت کی نظر میں شدید گناہ ہے، لیکن احادیث میں اس بات کی صراحت نہیں کی گئی کہ گناہ و باعثِ لعنت عمل ہونے کے باوجود اس طرح کے عمل کے نتیجہ میں یہ عورت پہلے شوہر کے لیے حلال ہو جائے گی یا نہیں، نیز قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے خود عورت کے پہلے شوہر کے لیے حلال ہونے کا طریقہ بتلایا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ حلالہ کی ہر صورت گناہ میں داخل نہیں، اور اگر گناہ میں بھی داخل ہو، تو ہر صورت میں وہ گناہ پہلے شوہر کے لیے حلال ہونے میں رکاوٹ نہیں، جبکہ نکاح اور اس کے تمام متعلقات پر عمل کر لیا جائے، البتہ حلالہ کی بعض صورتیں گناہ کے زمرہ میں آتی ہیں۔

فقہائے کرام نے اپنے اپنے اجتہاد کی روشنی میں حلالہ کی جن صورتوں کو جائز و ناجائز قرار دیا ہے، ان کا خلاصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

اگر کسی شخص نے کسی عورت سے اس شرط کے ساتھ نکاح کیا کہ جب میں تجھ سے صحبت کر لوں گا، تو تجھے طلاق ہے، تو حنفیہ کے نزدیک اس طرح نکاح کرنا معتبر ہو جاتا ہے، کیونکہ اس میں ایک مخصوص شرط پر طلاق کو مشروط کیا گیا ہے، اور یہ صورت ''نکاحِ مؤقت'' سے خارج ہے، لیکن نکاح کے ایجاب وقبول کے الفاظ میں حلالہ کی شرط لگانا گناہ ہوتا ہے۔

جبکہ حنفیہ کے علاوہ مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک مذکورہ طریقہ پر نکاح کرنا معتبر نہیں ہوتا، بلکہ باطل ہوتا ہے۔

(كذا في: الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۴۱، ص ۳۴۵ و ۳۴۶، مادة ''نكاح)

اگر کوئی شخص نکاح کے ایجاب وقبول کے الفاظ ادا کرنے کے دوران یہ شرط لگائے کہ وہ اس شرط کے ساتھ نکاح کر رہا ہے کہ جب وہ نکاح اور صحبت کرنے کے بعد پہلے شوہر کے لیے عورت کو حلال کر دے گا، تو اس کو طلاق دے دے گا، تو تمام فقہائے کرام کے نزدیک نکاح کے ایجاب وقبول میں ایسی شرط لگانا گناہ ہے، کیونکہ اس طرح کے حلالہ پر لعنت آئی ہے۔

مگر گناہ ہونے کے باوجود اس طرح کیا ہوا نکاح حنفیہ کے نزدیک معتبر ہو جاتا ہے، اور اس کے نتیجہ میں وہ عورت سابق شوہر کے لیے حلال ہو جاتی ہے۔

جبکہ حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک مذکورہ صورت میں نکاح معتبر نہ ہونے کی وجہ سے وہ

عورت پہلے شوہر کے لیے حلال نہیں ہوتی۔

(کذا فی: الفقه الاسلامی وادلتهٔ للزحیلی، ج ۹ ص ۷۰۰۳ ، ۷۰۰۴، القسم السادس، الباب الثانی، الفصل الاول، المبحث السادس)

اگر کوئی شخص نکاح کے ایجاب وقبول کے الفاظ ادا کرنے کے دوران تو حلالہ کی شرط نہ لگائے، البتہ نیت حلالہ کی کرے، اگرچہ نکاح سے پہلے فریقین کی طرف سے حلالہ کا ذکر مذاکرہ واتفاق بھی کرلیا جائے، تو اس صورت میں بھی بعض فقہاء کے نزدیک نکاح درست نہیں ہوتا۔

البتہ حنفیہ اور شافعیہ وغیرہ کے نزدیک مذکورہ صورت میں نکاح صحیح ہوجاتا ہے، کیونکہ مذکورہ صورت میں نکاح کے ایجاب وقبول کے دوران حلالہ کی شرط نہیں پائی گئی۔

جہاں تک حلالہ کی نیت کا تعلق ہے، تو حنفیہ کے نزدیک اگر اس شخص کی شہوت پوری کرنے کی نیت نہ ہو یا اسی طرح کی کوئی دوسری غلط نیت نہ ہو، بلکہ صرف اصلاح یعنی میاں بیوی کا گھر بسانے یا بچوں کو ضائع ہونے سے بچانے کی خاطر ایسا کرے، تو حنفیہ کے نزدیک اس صورت میں گناہ نہیں ہوتا، بلکہ اس نیت پر اس کو اجر وثواب حاصل ہوتا ہے۔

(کذا فی: الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱۰، ص ۲۵۷، مادة "تحليل" والفقه الاسلامی وادلتهٔ للزحیلی، ج ۹ ص ۷۰۰۴ ، ۷۰۰۵، القسم السادس، الباب الثانی، الفصل الاول، المبحث السادس)

اور اگر نکاح کے ایجاب وقبول سے پہلے فریقین کے درمیان حلالہ کا ذکر ومذاکرہ واتفاق ہو، یا حلالہ کی شرط لگالی جائے، لیکن نکاح کا ایجاب وقبول اس شرط کے بغیر کیا جائے، اور نکاح کرنے والے کی نیت بھی اس عورت کو صحبت کے بعد طلاق دینے اور پہلے شوہر کے لیے حلال کرنے کی نہ ہو، بلکہ اس عورت کو اپنے ساتھ رکھنے اور آباد کرنے کی ہو، تو پھر حنفیہ کے ساتھ ساتھ دوسرے اکثر فقہائے کرام کے نزدیک بھی یہ نکاح صحیح ہوجاتا ہے، اور پھر اس کے بعد یہ شخص صحبت کرلے، اور پھر اتفاق سے طلاق دے دے، تو وہ عورت سابق شوہر کے لیے تمام فقہائے کرام کے نزدیک حلال ہوجاتی ہے۔

(کذا فی: الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۴۱، ص ۳۴۸، مادة "نكاح)

پھر جن فقہائے کرام کے نزدیک جن صورتوں میں حلالہ معتبر ہوجاتا ہے، تو حلالہ ہونے کے بعد ایک تو یہ عورت پہلے شوہر کے لیے حلال ہوجاتی ہے، دوسرے پہلے شوہر کی طرف سے دی ہوئی تین طلاقیں ختم ہوجاتی ہیں، اور پہلے شوہر کو دوبارہ نئے سرے سے تین طلاقوں کا حق حاصل ہوجاتا ہے۔

(کذا فی: الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۴۱، ص ۳۴۹، مادة "نكاح)

درسِ حدیث مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

انسان کا پیدا کی جانے والی مٹی میں دفن کیا جانا

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ حَبَشِيًّا دُفِنَ بالمدينة، فقال رسولُ الله صلى الله عليه وسلم :دُفِنَ بِالطِّينَةِ الَّتِي خُلِقَ مِنهَا (المُعجَمُ الكَبِير للطبراني المُجَلَّدان الثَّالِثَ عَشَرَ والرابع عشر)

ترجمہ: ایک حبشی کو مدینہ میں دفن کیا گیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اس مٹی میں دفن کیا گیا ہے، جس سے اسے پیدا کیا گیا تھا (طبرانی)

اس حدیث کی سند میں اگرچہ ضعف پایا جاتا ہے، لیکن اس کی تائید دیگر روایات سے ہوتی ہے۔ [1]

[1] قال الهيثمي: رواه الطبراني في الكبير، وفيه عبد الله بن عيسى الخزاز، وهو ضعيف(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٤٢٢٨،باب كل أحد يدفن في التربة التي خلق منها)

وقال الالباني: "دفن في الطينة التي خلق منها ."

رواه أبو نعيم في "أخبار أصبهان "(2/304) والخطيب في "الموضح "(2/ 104) عن عبد الله بن عيسى حدثنا يحيى البكاء عن ابن عمر أن حبشيا دفن بالمدينة فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: فذكره.

قلت :وهذا إسناد ضعيف، يحيى البكاء وهو ابن مسلم البصري ضعيف .ومثله عبد الله بن عيسى وهو الخراز البصري، وبه وحده أعله الهيثمي (3/42) بعد أن عزاه للطبراني في "الكبير ."

وله شاهد من حديث عبد الله بن جعفر بن نجيح حدثنا أبي حدثنا أنيس بن أبي يحيى عن أبيه عن أبي سعيد: أن النبي صلى الله عليه وسلم مر بالمدينة فرأى جماعة يحفرون قبرا، فسأل عنه، فقالوا :حبشيا قدم فمات، فقال النبي صلى الله عليه وسلم " :لا إله إلا الله سيق من أرضه وسمائه إلى التربة التي خلق منها ."أخرجه البزار (رقم - 842 -كشف الأستار) و (ص - 91 -زوائد ابن حجر) وقال " :لا نعلمه عن أبي سعيد إلا بهذا الإسناد.

وأنيس وأبوه صالحان ."

قلت :وعبد الله بن جعفر ضعيف، وأبوه لم أعرفه .وله شاهد آخر من حديث أبي الدرداء نحوه .قال الهيثمي " :رواه الطبراني في "الأوسط "وفيه الأحوص بن حكيم وثقه العجلي وضعفه الجمهور ."

قلت :فالحديث عندي حسن بمجموع طرقه .والله أعلم(سلسلة الأحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ١٨٥٨)

www.idaraghufran.org

چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجِنَازَةٍ عِنْدَ قَبْرٍ فَقَالَ :قَبْرُ مَنْ هَذَا؟ فَقَالُوا: فُلَانٌ الْحَبَشِيُّ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ سِيقَ مِنْ أَرْضِهِ وَسَمَائِهِ إِلَى تُرْبَتِهِ الَّتِي مِنْهَا خُلِقَ (مستدرک حاکم ، رقم الحديث ١٣٥٦ ،كشف الأستار عن زوائد البزار، رقم الحديث ٨٤٢،بَابٌ :يُدْفَنُ كُلُّ أَحَدٍ فِي التُّرْبَةِ الَّتِي خُلِقَ مِنْهَا) ؎١

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک میت کی قبر کے قریب سے گزرے، پھر فرمایا کہ یہ کس کی قبر ہے؟ لوگوں نے جواب میں کہا کہ اے اللہ کے رسول! فلاں حبشی کی ہے (جو مدینہ منورہ میں آ کر فوت ہوگیا) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''لا الٰہ الا اللہ، لا الٰہ الا اللہ'' اس کو اس کی زمین اور آسمان سے اس مٹی کی طرف بھیج دیا گیا، جس سے اسے پیدا کیا گیا تھا (حاکم، بزار)

اس طرح کی حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے، اور بعض روایات میں یہ اضافہ بھی ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن کیے گئے، جس سے معلوم ہوا کہ ان دونوں حضرات اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائشی مٹی ایک ہی تھی۔ ؎٢

؎١ قال الحاكم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ وَأُنَيْسُ بْنُ أَبِي يَحْيَى الْأَسْلَمِيُّ هُوَ عَمُّ إِبْرَاهِيمَ بْنِ أَبِي يَحْيَى، وَأُنَيْسٌ ثِقَةٌ مُعْتَمَدٌ وَلِهَذَا الْحَدِيثِ شَوَاهِدُ، وَأَكْثَرُهَا صَحِيحَةٌ مِنْهَا "

وقال الهيثمي: رواه البزار، وفيه عبد الله والد علي بن المديني، وهو ضعيف(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٤٢٢٦ ،باب كل أحد يدفن في التربة التي خلق منها)

؎٢ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ :أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ عَطَاءِ بْنِ وَرَازٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ : يُدْفَنُ كُلُّ إِنْسَانٍ فِي التُّرْبَةِ الَّتِي خُلِقَ مِنْهَا(مصنف عبد الرزاق، رقم الحديث ٦٥٣١)

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الصَّقْرِ قثنا سَوَّارُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَوَّارٍ قَالَ :كَانَ أَبِي يَوْمًا يُحَدِّثُ قَوْمًا، وَكَانَ فِيمَا حَدَّثَهُمْ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِقَبْرٍ يُحْفَرُ، فَقَالَ :قَبْرُ مَنْ هَذَا؟ قَالُوا :قَبْرُ فُلَانٍ الْحَبَشِيِّ، قَالَ :يَا سُبْحَانَ اللَّهِ سِيقَ مِنْ أَرْضِهِ وَسَمَائِهِ، إِلَى التُّرْبَةِ الَّتِي خُلِقَ مِنْهَا ، قَالَ أَبِي :يَا سَوَّارُ، مَا أَعْلَمُ لِأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ فَضِيلَةً أَفْضَلَ مِنْ أَنْ يَكُونَا خُلِقَا مِنَ التُّرْبَةِ الَّتِي خُلِقَ مِنْهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ(فضائل الصحابة، لأحمد بن محمد بن حنبل، رقم الحديث ٥٢٨)

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يُدْفَنُ الْمُؤْمِنُ فِي تُرْبَتِهِ الَّتِي خُلِقَ مِنْهَا فَلَمَّا دُفِنَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ إِلَى جَانِبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِمْنَا أَنَّهُمَا خُلِقَا مِنْ تُرْبَتِهِ(تعزية المسلم عن أخيه،لابن عساكر، رقم الحديث ٩١)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ جس انسان کی پیدائش جس مٹی سے کی جاتی ہے، وہ اسی مٹی میں دفن کیا جاتا ہے۔

اوراگرکسی کو باقاعدہ طریقہ پردفن نہ کیا جائے، تب بھی اس کے جسم کے اجزاءیااس کے جسم کا باقی ماندہ کوئی بھی جزو، جس حالت میں بھی ہو، بالآخر وہ اپنی پیدائشی مٹی کے ساتھ جا کر شامل ہوجاتا ہے۔ [1]

مذکورہ احادیث سے ضمناً یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ ہر انسان کی پیدائش زمین کی مخصوص مٹی سے کی گئی ہے۔

البتہ حضرت آدم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں صحیح حدیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے پوری زمین کے مجموعہ سے پیدا فرمایا۔

چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ خَلَقَ آدَمَ مِنْ قَبْضَةٍ قَبَضَهَا مِنْ جَمِیعِ الْأَرْضِ، فَجَاءَ بَنُو آدَمَ عَلَی قَدْرِ الْأَرْضِ .جَاءَ مِنْهُمُ الْأَبْیَضُ وَالْأَحْمَرُ وَالْأَسْوَدُ وَبَیْنَ ذَلِکَ، وَالْخَبِیثُ، وَالطَّیِّبُ وَالسَّهْلُ، وَالْحَزْنُ وَبَیْنَ ذَلِکَ "(مسند احمد، رقم الحدیث ۱۹۵۸۲) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ عزوجل نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹھی بھر خاک سے پیدا کیا، جس کو ساری روئے زمین سے لیا تھا، پھر حضرت آدم کی اولاد زمین کی مٹی کے اعتبار سے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ الْأَحْوَصُ بْنُ حَکِیمٍ، عَنْ رَاشِدِ بْنِ سَعْدٍ، وَأَبِی الزَّاهِرِیَّةِ، قَالَا :سَمِعْنَا أَبَا الدَّرْدَاءِ، یَقُولُ :مَرَّ بِنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَحْفِرُ قَبْرًا، فَقَالَ :مَا تَصْنَعُونَ؟ قُلْنَا: نَحْفِرُ قَبْرًا لِهَذَا الْأَسْوَدِ، فَقَالَ :جَاءَتْ بِهِ مَنِیَّتُهُ إِلَی تُرْبَتِهِ قَالَ :أَبُو أُسَامَةَ :تَدْرُونَ یَا أَهْلَ الْکُوفَةِ لِمَ حَدَّثْتُکُمْ بِهَذَا الْحَدِیثِ؟ لَأَنَّ أَبَا بَکْرٍ وَعُمَرَ خُلِقَا مِنْ تُرْبَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ (المعجم الأوسط،للطبرانی ، رقم الحدیث ۵۱۲۶)

قال الهیثمی: رواه الطبرانی فی الأوسط، وفیه الأحوص بن حکیم، وثقه العجلی، وضعفه الجمهور(مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث۴۲۲۷،باب کل أحد یدفن فی التربة التی خلق منها)

[1] "دفن بالطینة التی خلق منها."(طب) عن ابن عمر.

(دفن) مغیر صیغة(بالطینة التی خلق منها) قاله – صلی الله علیه وسلم – لما رأی حبشیا یدفن بالمدینة وفی روایة للبزار أنه – صلی الله علیه وسلم – مر بجماعة یحفرون قبرا فسأل عنه فقالوا: حبشی قدم فمات فقال: لا إله إلا الله، سیق من أرضه وسمائه إلی التوبة التی خلق منها، وفیه أنه لا یدفن عبد إلا فی طینته التی خلق منها(التیسیر بشرح الجامع الصغیر للصنعانی، تحت رقم الحدیث ۴۲۱۴)

[2] قال شعیب الارنؤوط:إسناده صحیح، رجاله ثقات رجال الشیخین، غیر قَسامة بن زهیر، فقد روی له أصحاب السنن سوی ابن ماجه، وهو ثقة(حاشیة مسند احمد)

www.idaraghufran.org

آئی،ان میں سے کوئی سفید آیا،اورکوئی سرخ آیا،اورکوئی کالا آیا،اورکوئی ان کے درمیان آیا،کوئی خبیث ہے،کوئی پاکیزہ ہے،کوئی نرم ہے،کوئی سخت ہے،اورکوئی اس کے درمیان ہے(مسنداحمد)

یعنی حضرت آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائشی مٹی میں سفید،سرخ اور کالی تینوں قسم کی مٹی کوشامل کیا گیا،جیسا کہ دوسری حدیث میں آیا ہے کہ حضرت آدم صلی اللہ علیہ وسلم کو کالی،سفید اور سرخ،تینوں قسم کی مٹی سے پیدا کیا گیا۔ [1]

---

[1] عن يزيد بن أبى حبيب عن من حدثه عن أبى ذر قال سمعت النبى (صلى الله عليه وسلم) يقول (إن ادم خلق من ثلاث ترب سوداء وبيضاء وحمراء(تاريخ دمشق لابن عساكر، ج٧ص ٣٧٩، تحت ترجمة "آدم نبى الله يكنى ابا محمد ")

قال الالبانى: "إن آدم خلق من ثلاث ترابات سوداء وبيضاء وخضراء ."رواه ابن سعد فى "الطبقات "(1/ 34) وعنه ابن عساكر فى "تاريخ دمشق " (1 / 309 / 2)عن يزيد بن أبى حبيب عمن حدثه عن أبى ذر به مرفوعا.قلت: ورجاله ثقات غير تابعيه الذى لم يسم .لكن يقويه أن له شاهد من حديث أبى موسى الأشعرى مرفوعا بلفظ: " إن الله خلق آدم " ...الحديث وفيه: " فجاء بنو آدم على قدر الأرض، منهم الأحمر والأبيض والأسود ." ...الحديث .وإسناده صحيح كما كنت ذكرته فى "التعليق على المشكاة (100)" وسيأتى بيان ذلک برقم (1630)إن شاء الله تعالى .واعلم أن قوله: (خضراء) كذلک وقع فى الأصل، ولعل الصواب (حمراء) كما وقع فى "الجامع الصغير "برواية ابن سعد، ويؤيده الشاهد الذى ذكرته. والله تعالى أعلم(سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ١٥٨٠)

مقالات ومضامین مفتی محمد رضوان

ملفوظات

بزرگوں اور بڑوں کے حقیقی ادب واحترام کا فقدان

(02اپریل2016)

فرمایا کہ آج کل بزرگوں اوراپنے بڑوں کا حقیقی ادب واحترام اوران کا ڈروخوف کمزور پڑ گیا ہے، بلکہ بعض جگہ تو معاملہ برعکس ہے، بڑوں کو اپنے چھوٹوں کو خوش رکھنے کے لئے ان سے ڈرنا اورادب والا درجہ رکھنا پڑتا ہے،بعض رسمی مشائخ اپنے مریدین کو خوش رکھنے اوران کی ناراضگی سے بچنے کے لئے کیا کیا تدابیر اختیار کرتے ہیں، بہت سی جگہ استاذ اور والدین اور شوہر کو بھی یہی رویہ اختیار کرنا پڑتا ہے،اسی الٹی روش کے بارے میں کسی شاعر نے کہا ہے کہ ؂

لاحول ولاقوۃ کیا الٹا زمانہ ہے عورت تو ہے مردانی اور مرد زنانہ ہے

یہ سب زمانہ کی نیرنگی ہے۔ پہلے زمانہ میں بزرگوں اور بڑوں کا ادب واحترام اورڈروخوف بہت تھا، یہاں تک کہ بڑوں کی موجودگی میں گھر کے اندر کوئی ناول، ڈائجسٹ وغیرہ کا لانا بہت معیوب سمجھا جاتا تھا،اور ایسی چیزوں کو گھر میں لانے اور رکھنے کی ہمت وجرأت نہیں ہوتی تھی۔

بعض گھرانوں میں مرد کو ٹوپی یا عورتوں کو پردہ کے بغیر گھر میں داخل ہونے کی ہمت وجرأت نہیں ہوتی تھی، مگراب گھر گھر ٹی وی اور کیبل وغیرہ آ گیا ہے، جس کو بڑے چھوٹے، مرد وعورت سب بیٹھ کر دیکھتے ہیں۔

اوراصل بات یہ ہے کہ بڑوں نے بھی اس طرح کی حرکات کرکے اپنی بڑائی اورادب واحترام کو خود نقصان پہنچایا ہے، اس لیے اب چھوٹوں کو ان کا ڈروخوف نہیں رہا۔

بڑوں کے حقیقی ادب کو کمزور بلکہ ختم کرنے میں میڈیا کا کردار بڑا اہم رہا ہے، کیونکہ میڈیا میں ایسے پروگراموں کو بہت ہوا دی جاتی ہے، جن میں بڑوں کے ادب کو جوتوں کی نوک پر اچھالا جاتا ہے۔

اور جو لوگ آج بڑوں کا ادب کرتے ہیں، ان میں بڑوں کا غیر رسمی یعنی حقیقی ادب کرنے والے کم ہیں، زیادہ تر ایسے لوگ ہیں، جو دیکھا دیکھی اور رسمی انداز کا ادب کرتے ہیں، ادب کے حقیقی تقاضوں سے وہ بھی محروم بلکہ لاعلم ہیں۔

www.idaraghufran.org

چنانچہ بعض لوگ بزرگوں کی صرف جوتی اٹھالینے یاکسی بھی فقہی اور علمی مسئلہ میں اختلاف نہ کرنے کوادب سمجھتے ہیں، خواہ بڑوں کا وہ مسئلہ دلائل سے مرجوح کیوں معلوم نہ ہورہا ہو، یہ طرزِ عمل قابلِ اصلاح ہے۔

اکابر سے فقہی اختلاف عظمت کے منافی نہیں

(11ربیع الاول1438، 11دسمبر2016)

فرمایا کہ کسی شرعی وفقہی مسئلہ میں اکابر سے نفسِ اختلاف، ان اکابر کی عظمت وعقیدت کے بلکہ ان سے محبت کے منافی اور خلاف نہیں، جبکہ دلائل اور نیک نیتی پر مبنی ہو۔

یہی وجہ ہے کہ سب جانتے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے بہت سے شاگرد اور مرید تھے، جن میں حضرت امام ابویوسف، حضرت امام محمد اور حضرت امام زفر رحمہم اللہ بھی داخل ہیں، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ان سب حضرات کے استاذ، مربی اور اکابر میں سے تھے، لیکن امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ان شاگردوں، مریدوں اور اصاغر نے بہت سے مسائل میں حضرتِ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے اختلاف کیا، اور یہ اختلاف بھی مختلف نوعیّتوں کا ہے، اور مختلف ابواب سے متعلق ہے، اور اس طرح کے اختلاف کا آغاز امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی زندگی میں ہی رونما ہوگیا تھا، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو بھی اس کا علم تھا، اسی لیے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے بعض مسائل میں اپنے شاگردوں کے قول کی طرف رجوع بھی فرمایا، جو کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مخلص، صادق اور سچا فقیہ ہونے کی علامت ہے۔

ان سب باتوں کے باوجود نہ تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس طرزِ عمل کو اپنے شیخ واستاذ بلکہ امام ہونے اور دوسروں کے اپنے شاگرد، مرید یا مقلد ہونے کے منافی سمجھا، اور نہ ہی عظمت ومحبت یا عقیدت کے خلاف قرار دیا، اور نہ ہی اس طرح کے اختلاف کی وجہ سے شاگردوں کے دلوں میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی عظمت وعقیدت یا محبت میں کمی واقع ہوئی، اور نہ ہی آج علمی وفقہی دنیا میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذکورہ شاگردوں، مریدوں اور عقیدت مندوں کے مذکورہ طرزِ عمل کو عقیدت وعظمت اور محبت کے خلاف سمجھا جاتا، بلکہ متعدد مسائل میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کے مقابلہ میں آپ کے بعض شاگردوں کے قول کو راجح اور مفتیٰ بہ قرار دیا جاتا ہے، مگر اس وقت بھی ان شاگردوں کے بجائے حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی عقیدت وعظمت دل میں زیادہ ہوتی ہے، اور اس طرح کے اختلاف وترجیح کے موقع پر یہ الزام بھی نہیں دیا جاتا کہ بڑوں کی نظر جہاں پہنچتی ہے، چھوٹوں کی وہاں نہیں پہنچ سکتی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

''بعض فقہ کے ایسے حاملین جن کو دوسرے سے فقہ کا علم حاصل ہوا، زیادہ فقیہ ہوتے ہیں'' [1]

اس سے معلوم ہوا کہ مذہبِ اسلام اور خاص طور پر مسلکِ حنفیہ میں بڑا اعتدال ملحوظ رکھا گیا ہے، اور اس کی مثالیں ہمارے سلف میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔

مگر آج ہم مذکورہ طرزِ عمل کے برعکس بعض اوقات دیکھتے ہیں کہ اکابر سے فقہی وعلمی اختلاف کو ان کی عظمت وعقیدت اور محبت کے منافی سمجھا جاتا ہے، اور ایسا طرزِ عمل اختیار کرنے والے کو اکابر کا گستاخ، نافرمان اور نہ جانے کیا کچھ کہا جاتا ہے، اور اگر کوئی چھوٹا اپنے اکابر سے دیانت دارانہ علمی وفقہی وفروعی اختلاف کرے، تو اس کو کہا جاتا ہے کہ بڑوں کی نظر جہاں پہنچتی ہے، وہاں چھوٹوں کی نظر ہرگز نہیں پہنچ سکتی۔

جبکہ بعض لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ اکابر سے ذرا سا اختلاف کر کے اپنے آپ کو بہت کچھ سمجھ بیٹھتے ہیں، اور اکابر کو اپنے جوتے کی نوک پر رکھ کر ان کی شان میں گستاخی کرنے لگتے ہیں، یہ سب افراط وتفریط پر مبنی صورتیں ہیں۔

اور اعتدال والی صورت وہی ہے، جو پہلے ذکر کی گئی، جس کی تائید اسلافِ امت اور فقہائے امت کے طرزِ عمل سے ہوتی ہے، ہمیں اسی طرزِ عمل کو اختیار کرنا چاہیے، اور بے اعتدالیوں یا افراط وتفریط پر مبنی صورتوں سے بچنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ فہمِ سلیم عطا فرمائے۔

---

[1] عن زید بن ثابت، قال :سمعت رسول اللہ -صلی اللہ علیہ وسلم -یقول" :نضر اللہ امرأ سمع منا حدیثا فحفظہ حتی یبلغہ، فرب حامل فقہ إلی من ہو أفقہ منہ، ورب حامل فقہ لیس بفقیہ" (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۳۶۶۰، کتاب العلم، باب فضل نشر العلم)

قال شعیب الارنؤوط:إسنادہ صحیح(حاشیة سنن ابی داؤد)

www.idaraghufran.org

مقالات ومضامین مفتی محمد رضوان

اجتماعیت کا فقدان اور متبادل انتظام

مورخہ23/نومبر/2016ءکومفتی محمد رضوان صاحب نے چند احباب کے سامنے مختصر خطاب فرمایا، جس کو افادیت کی وجہ سے ماہنامہ میں شائع کیا جارہا ہے(محمد ناصر، معاون: ادارہ غفران، راولپنڈی)

آج کل عام طور پر مسلمانوں میں اجتماعیت کا فقدان نظر آتا ہے، عموماً مل کر اور ایک دوسرے کا تعاون کر کے اجتماعی انداز میں کام کرنے کا مزاج نہیں رہا، ہر ایک الگ الگ ہو کر کام کر رہا ہے، جس کی وجہ سے کام میں جو خیر و برکت ہونی چاہئے تھی، وہ نظر نہیں آتی۔

مل کر کام کرنے کی برکت

اجتماعی طور پر اور باہم مل کر کام کرنے میں بڑی برکت ہوتی ہے، بشرطیکہ طریقہ وسلیقہ سے کام کیا جائے۔
اس وقت دنیا میں متعدد غیر مسلم اور کفار بہت سے ایسے کام آپس میں مل کر اور اجتماعیت کے ساتھ حکومتی یا غیر حکومتی سطح پر کر رہے ہیں کہ جن کا اثر پوری دنیا پر پڑ رہا ہے، اور پوری دنیا کے لوگ ان کاموں سے فائدہ اٹھا رہے ہیں، یا ان کاموں سے دنیا بھر کے لوگ کسی بھی حیثیت سے تعلق وابستہ کیے ہوئے ہیں، جن میں مسلمان بھی داخل ہیں، پس جب کفر کی حالت میں بھی اجتماعی کام کے اثرات وسیع اور ہمہ گیر ہوتے ہیں، تو اسلام کی حالت میں کیسے وسیع اور ہمہ گیر نہ ہوں گے؟
مگر اس کے برعکس آج کل ہمارے کاموں میں اجتماعیت کی بہت زیادہ کمی ہے، جس کی وجہ سے ہمارے کاموں کے خود ہمارے معاشرہ میں خاطر خواہ اثرات نہیں، چہ جائیکہ غیر مسلموں کے معاشرہ پر اثرات ہوں، اور یہ شکایت صرف عام مسلمانوں سے ہی نہیں، بلکہ بعض اہلِ علم حضرات اور اہلِ مدارس سے بھی ہے کہ ان کے کام میں بھی مطلوبہ اجتماعیت نہیں، اور اگر اجتماعیت ہے بھی، تو وہ رسمی نوعیت کی ہے، جس سے اجتماعیت کے حقیقی منافع و مقاصد حاصل نہیں ہو رہے، بلکہ قدم قدم پر نقصان اٹھانا پڑ رہا ہے، مثلاً ہمارے یہاں گزشتہ کئی سالوں سے عیدالاضحیٰ کے موقع پر چرمہائے قربانی کی قیمتوں میں بہت زیادہ تنزلی کر دی جاتی ہے، جس سے اہلِ مدارس کو غیر معمولی نقصان اٹھانا پڑتا ہے، اور یہ بات ظاہر ہے کہ مدارس کی

ضروریات کا بڑا حصہ چرمہائے قربانی کی مد سے پورا ہوتا ہے۔

میں ایک عرصہ سے یہ ضرورت محسوس کیا کرتا تھا کہ اہلِ مدارس کو چرمہائے قربانی جمع کر کے ان کو خشک یا قابلِ استعمال بنانے کے اسٹور اور کارخانے قائم کرنا چاہیئے تھا، جس کی ہر شہر وآبادی میں شاخیں قائم کی جاتیں، اور مختلف اہلِ مدارس سے وصول کردہ چرمہائے قربانی کو جمع کر کے خشک ہونے تک محفوظ رکھا جاتا، اور وہ فائدہ ونفع جو دوسرے کاروباری لوگوں کو پہنچتا ہے، وہ اہلِ مدارس کو پہنچتا، یعنی دوسرے کاروباری لوگوں کو جس قیمت پر چرمہائے قربانی فروخت کیے جاتے ہیں، اس سے زیادہ قیمت پر فروخت کیے جاتے، جس سے اہلِ مدارس کو بڑا فائدہ ہوتا۔

زیادہ کچھ نہ کر سکتے تو کم از کم چرمہائے قربانی خشک کرنے کے لیے باہمی مشاورت سے اجتماعی طور پر ہر آبادی یا شہر میں مختلف مراکز ومقامات کا انتظام کیا جاتا، اور عیدالاضحیٰ کے کچھ ایام گزرنے کے بعد زیادہ قیمتوں پر چرمہائے قربانی کو فروخت یا دوسرے شہروں اور مراکز میں منتقل کیا جاتا، کیونکہ عیدالاضحیٰ کے موقع پر چرمہائے قربانی کی قیمتوں میں کمی ہوتی ہے، جو کچھ دن گزرنے کے بعد درست اور معیاری ہو جاتی ہے، جیسا کہ مدارس کے علاوہ بعض دوسری تنظیمیں اور ادارے ایسا کرتے ہیں، اور بہت فائدہ اُٹھاتے ہیں۔

اب جبکہ عیدالاضحیٰ کے موقع پر چند سالوں سے چرمہائے قربانی کی قیمتوں میں غیر معمولی اور غیر یقینی کمی کا سامنا ہے، اس طرح کے اقدامات کی ضرورت بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔

مگر ایسا اس لیے نہیں ہوا کہ اہلِ مدارس کی اس سلسلہ میں کوئی اجتماعی پالیسی نہیں۔

اس طرح کے اور بھی کئی اجتماعی ورفاہی کام ہیں، جو اہلِ مدارس کے علاوہ دیگر تنظیمیں یا ادارے سرانجام دے رہے ہیں، اور ان کی تعداد مدارس سے کہیں کم ہے، اور ان کے مقابلہ میں اہلِ علم واہلِ مدارس کا دائرہ اور نیٹ ورک زیادہ وسیع ہونے کی وجہ سے وہ کام کرنا زیادہ آسان ہے۔

مگر ایسی باتیں سن کر ہمارے بعض حضرات کو اصلاحِ احوال کی فکر تو کیا ہوتی، الٹا اس طرح کی چیزوں کی نشاندہی کرنے اور ان امور پر متوجہ کرنے والے مسکین کو ہی موردِ الزام ٹھہرانے کی کوشش کی جاتی ہے، اس لیے ہم لوگ کماحقہٗ اپنی کمزوریوں کی اصلاح اور ترقی نہیں کر پاتے۔

اتحاد کی اصل تواضع ہے

اس اجتماعیت کے فقدان کے جہاں اور متعدد اسباب ہو سکتے ہیں، وہاں ایک سبب تزکیۂ نفس کا نہ ہونا اور

خاص طور پر تواضع واخلاص کی کمی ہے، جس کی وجہ سے کبر وتعلّی اور ایک دوسرے کے ساتھ تحاسد وتباغض اور تمسخر واستہزاء اور نہ جانے کیا کیا بداخلاقیاں پیدا ہوتی ہیں۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ نے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ لوگ اتحاد اتحاد تو پکارتے ہیں، مگر اتحاد کی جو اصل جڑ ہے، وہ تواضع ہے، اس کو حاصل واختیار کرنے کا اہتمام نہیں کرتے، جس کی وجہ سے حقیقی اتحاد حاصل نہیں ہوتا۔

تواضع ایسی چیز ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے دوسرے کے ساتھ مل کر بلکہ دوسرے کے ماتحت ہوکر کام کرنے میں انسان کو رکاوٹ پیدا نہیں ہوتی۔

یہی وجہ ہے کہ جس میں تواضع ہوتی ہے وہ مطلوبہ اتحاد واجتماعیت کی خاطر اپنے عہدہ کی قربانی دینے کے لیے بھی تیار ہوجاتا ہے۔

حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب کا ارشاد

ایک مرتبہ ہمارے سابق شیخ حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ کی دعوت پر حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم (صدر جامعہ دارالعلوم کراچی) اسلام آباد تشریف لائے، اور راول ڈیم کے قریب مدرسہ اشرف العلوم میں حضرت مفتی صاحب موصوف دامت برکاتہم کا اصلاحی بیان ہوا، جس میں حضرت مفتی صاحب موصوف نے فرمایا کہ آج کل مسلمانوں کے معاشرہ میں ہزاروں تنظیمیں ہیں، اور آئے دن مختلف تنظیمیں تشکیل دی جاتی رہتی ہیں، اور پھر ان سے مزید شاخیں برآمد ہوتی ہیں، پھر اگلی شاخ میں سے ایک اور پارٹی وجماعت نکل آتی ہے، اس طرح سلسلہ آگے چلتا رہتا ہے، اس کی وجہ وہی تزکیۂ نفس اور خاص کر تواضع کا فقدان ہے، مثلاً ایک جماعت یا پارٹی میں صدارت یا وزارت وغیرہ کا عہدہ تو ایک ہوتا ہے، اور رِفعت وتعلّی کی حرص وہوس کی وجہ سے اس طرح کے عہدوں کے طلبگار ایک سے زیادہ ہوتے ہیں، جب کسی ایسے شخص کو اپنے حق میں دوسرے سے اس عہدہ کو حاصل بلکہ سلب کرنا ممکن نہیں ہوتا، تو اس پہلی جماعت وپارٹی سے اختلاف کرکے اور چند لوگوں کو الگ کرکے یعنی دھڑے بازی کرکے دوسری جماعت یا دوسری پارٹی بنالی جاتی ہے، اور اس طرح سے حبِ جاہ یا رفعت وتعلّی کے طلب گاروں کو صدارت یا وزارت وغیرہ کا عہدہ حاصل کرنے کا موقع میسر آجاتا ہے، اور سلسلہ اسی طرح آگے چلتا رہتا ہے۔

www.idaraghufran.org

واقعی مفتی صاحب موصوف نے بڑی عمدہ بات بیان فرمائی، جس کو سن کر دل و دماغ پر بہت گہرا اثر ہوا، اور اس بات کو سنے ہوئے آج دس سال سے زیادہ کا عرصہ گزر گیا ہے، لیکن جہاں اور جب بھی اس قسم کے کسی اختلاف کی بنیاد اور سبب پر نظر ڈالی گئی، تو اس بات کی صداقت ظاہر ہوئی، اللہ والوں کی نظر بڑی گہری ہوتی ہے۔

اپنے اکابر سے تواضع کا سبق

بندہ نے اپنے اکابر جن سے کسی درجہ میں اصلاحی تعلق بھی رہا ہے، ان سے تواضع کی اہمیت پر بہت زیادہ سبق پڑھنے کی توفیق حاصل ہوئی، چنانچہ حضرت مسیح الامت جلال آبادی رحمہ اللہ سے تواضع کی اہمیت بہت زیادہ سنی، پھر ان کے بعد اپنے دوسرے شیخ حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصؔر صاحب رحمہ اللہ سے بھی تواضع کا ہی سبق بار بار پڑھنے کی توفیق حاصل ہوئی، اس کے بعد اپنے موجودہ شیخ، حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم سے بھی اصلاحی حوالہ سے ملاقات وزیارت کے وقت تقریباً ہر مرتبہ یہی تواضع کا سبق سنا۔

بلکہ ابھی حال ہی میں حضرت والا مدظلہم کی خدمت میں دارالعلوم کراچی حاضری کی سعادت حاصل ہوئی، تو وہاں بھی حضرت والا نے مجلسِ خاص میں تواضع کے موضوع پر روشنی ڈالی۔

اسی وجہ سے اگر کسی اجتماعی کام میں تواضع کی صفت کے حامل افراد جمع ہوں، تو ان کو مل کر کام کرنے کی احسن طریقہ پر توفیق حاصل ہوتی ہے۔

اور اگر متکبر لوگ ہوں، تو ان کا کام تفرق وتشتُّت کا شکار ہو جاتا ہے۔

اجتماعی فقہی کام کی کوشش اور متبادل انتظام

میں تو کہا کرتا ہوں کہ اگر متکبر شخص دوسرے متواضع لوگوں کے ساتھ شامل ہو جائے، تو وہ ان کو بھی خراب یا متاثر کیے بغیر نہیں چھوڑتا، متکبر کا شر وفساد بڑا خطرناک ہوتا ہے، یہ خود تو ڈوبتا ہی ہے، اپنے جلیسوں کو بھی لے کر ڈوبنے کا سبب بنتا ہے، یا بن سکتا ہے۔

آج سے بیس سال پہلے جب میں نے تدریس وافتاء کے میدان میں قدم رکھا، اور جامعہ اسلامیہ صدر راولپنڈی میں درسِ نظامی کی تدریس اور افتاء کی خدمات حصہ میں آئیں، تو شدت کے ساتھ اس چیز کا احساس ہوا کہ کم از کم ابتدائی طور پر راولپنڈی واسلام آباد کی سطح پر اہلِ دارالافتاء کا وقتاً فوقتاً باہم رابطہ رہنا

چاہیئے، اوراس کے لیے مذاکرات ومشاورت کا سلسلہ قائم ہونا چاہیئے، تاکہ ایک تو مختلف قسم کے جدید مسائل پر اجتماعی انداز میں غور ہوتا رہے، دوسرے اگرکسی دارالافتاء کے ذمہ دار کو کسی مسئلہ کے حل میں الجھن ودشواری پیش آئے، تو اسے دوسرے اہلِ افتاء حضرات سے مشاورت کا موقع میسر آجائے۔

اس مقصد کے لیے سب سے پہلے میں نے راولپنڈی واسلام آباد کے متعدد دارالافتاؤں کے ذمہ داران کو اپنے یہاں مسجد امیر معاویہ کوہاٹی بازار، راولپنڈی میں مدعو کیا، اوران کے سامنے ان کی تشریف آوری کے مقصد کو رکھا، جس پر سب شرکاء وحاضرینِ مجلس نے خوشی کا اظہار فرمایا، لیکن جب کام کے طریقۂ کار کو مقرر کرنے اور ذمہ داریوں کو تقسیم کرنے کا نمبر آیا، تو بعض حضرات کی طرف سے اس سلسلہ میں اختلاف کیا گیا، سرپرست بنانے میں بھی اختلاف، اجلاس کے منعقد ہونے والے مقام میں بھی اختلاف، کام کا ذمہ دار بنانے میں بھی اختلاف، جس کی وجہ سے بندہ کو خود شرمندگی محسوس ہوئی کہ اس سے بہتر تو وہی کام تھا، جو الگ بیٹھ کر ہورہا تھا، پھر بھی تنزلی کرکے باہم اجتماعی انداز میں کام کرنے کی درمیانی صورت نکالنے کی کوشش کی گئی، اور مختلف مقامات پر اجلاس ہونے اور ہر مرتبہ عہدوں کی تقسیم اور منتقل ہونے کی تجویز منظور ہوئی، لیکن چند افراد کی اَنا کی وجہ سے وہ کام زیادہ عرصہ نہ چل سکا، اوراس سلسلہ اور پلیٹ فارم سے کوئی خاطر خواہ کام نہ ہوسکا، جس کی وجہ سے اپنے مشائخ اور بزرگوں سے مشاورت کے بعد بندہ نے خود ہی کنارہ کشی اختیار کرلی، اور خود سے اپنے طور پر جو کام ممکن ہوا، اُس کو سرانجام دینا شروع کردیا۔

پھر جب بندہ نے ادارہ غفران قائم کیا، تو دوبارہ اس چیز کی خواہش پیدا ہوئی اور یہ خیال ہوا کہ اب الحمدللہ تعالیٰ ایک چھوٹے موٹے ادارہ کی شکل قائم ہوگئی ہے، اس ذریعہ سے شاید اجتماعی انداز میں کام کرنے کی کوئی اچھی اور مؤثر راہ نکل آئے، جس کے لیے بندہ نے ادارہ غفران میں چند اہلِ افتاء حضرات کو وقتاً فوقتاً مدعو کرنے کا اہتمام شروع کیا، لیکن اس مرتبہ بھی پرنالہ وہیں گرتا رہا، اوراکثر وبیشتر نشستن، گفتن، برخواستن تک معاملہ محدود رہا۔

اورایک مرحلہ میں چند عناصر کی طرف سے یہ صورت پیش آگئی کہ ''نہ نہائیں، نہ نہانے دیں'' کہ نہ تو خود علمی کام سامنے لانے کے لیے تیار ہوتے، اور جو کام بندہ کی طرف سے سامنے لایا جاتا تھا، اس قسم کے افراد کی طرف سے اس میں بھی خوامخواہ کے کیڑے نکالے جاتے تھے، ان افراد کی طرف سے علمی نوعیت کی کوئی ٹھوس بات بھی عام طور پر سامنے نہیں لائی جاتی تھی، بلکہ عموماً متعلقہ موضوع کا مطالعہ بھی نہیں ہوتا تھا،

اور ادھر اُدھر کی فضول باتوں میں وقت گزارا جاتا تھا، بندہ اور بندہ کے ساتھیوں کا وقت بھی خرچ ہوتا، رات کو دیر تک بندہ کے رفقاء ضیافت میں لگے رہتے، مگر اس طرح کے چند افراد کی وجہ سے معتد بہ فائدہ ونتیجہ سامنے نہ آتا، بندہ بار بار ساتھیوں سے اس کا شکوہ کیا کرتا تھا کہ زندگی اور اس کے ایام واوقات بڑے قیمتی ہوتے ہیں، ان کو کام میں لانا چاہیے، اور فضول باتوں سے بچنا چاہیے، لیکن اس قسم کے چند افراد کی وجہ سے ان باتوں کا کوئی خاطر خواہ فائدہ ظاہر نہیں ہوا، اور اوپر سے تزکیۂ نفس واصلاحِ نفس بطورِ خاص تواضع سے عاری بعض افراد کی طرف سے مختلف قسم کے اعتراضات بھی شروع کردیئے گئے، جس کے بارے میں اپنے مشائخ سے رہنمائی طلب کرنے پر انہوں نے فرمایا کہ یہ سب کچھ تزکیۂ نفس کے فقدان اور تحاسد وتباغض کا نتیجہ ہے، اس کے بجائے آپ اپنی سطح پر کام کرتے رہیں، اور اس طرح کے افراد پر مشتمل اجلاسوں سے بہتر ہے کہ اپنے ذوق کے چند محدود افراد، خواہ اپنے ہم عمر یا اپنے سے کم عمر کیوں نہ ہوں، ان کی مشاورت ومجالست پر اکتفاء کریں، اور اپنے کام کے سلسلہ میں تحریری طور پر اکابر واہلِ علم حضرات سے رابطہ قائم رکھیں، اس صورتِ حال کے بعد بندہ نے ادارہ غفران میں مذکورہ طریقہ پر اس سلسلہ کو موقوف کردیا، اور خود انفرادی طور پر اور ادارہ کی سطح پر اپنے رفقاء وساتھیوں کے ساتھ مل کر کام کرنا شروع کردیا، اور جو کچھ تحریری طور پر مواد جمع ہوتا، یا کسی مضمون کی تحقیق کی جاتی، اس کو بذریعہ ڈاک مختلف اکابر واہلِ علم حضرات کے پاس جوابی لفافوں کے ساتھ بھیج دیا جاتا۔

شروع شروع میں تو بندہ نے بہت سے اہلِ علم حضرات کی خدمت میں مضامین ارسال کرنے کا خوب اہتمام کیا، پورا مضمون کمپوز کرانا، پھر اس کا پرنٹ نکلوانا، ڈاک سے جوابی لفافہ کے ساتھ بھیجنا، یہ سب کام ایک مدت تک بڑے اہتمام اور صرفے سے کیے جاتے رہے، بہت سے مقامات سے اگرچہ جوابات نہ آتے، اور نہ ہی ڈاک کا لفافہ واپس آتا، باوجودیکہ اس پر واپسی کا پتہ بھی لکھا ہوا ہوتا تھا، البتہ بعض مقامات سے بحمداللہ تعالیٰ جوابات موصول ہوتے، جبکہ بعض حضرات کی طرف سے زیادہ تر رسمی نوعیت کے جوابات آتے، اور بعض مقامات سے جوابات موصول نہ ہونے میں مختلف اہلِ علم حضرات خاص طور پر اکابر حضرات کی اپنی اپنی مشغولیات بھی حائل رہیں کہ ان کی مشغولیات اتنی زیادہ ہیں کہ وہ اپنی ماتحتی میں ہونے والے کاموں کو ہی نمٹالیں، تو غنیمت ہے، ان کی اپنی مصروفیات میں سے فارغ وقت بہت مشکل سے نکلتا ہے، بالآخر اکابر کے مشورہ سے یہ طے پایا کہ ہر مضمون کو دوسروں تک پہنچانے کا اہتمام ضروری نہ

www.idaraghufran.org

سمجھا جائے، البتہ کسی مناسب مقام پر ارسال کرنے کی ضرورت سمجھی جائے، تو ارسال کر دیا جائے، اور کسی مضمون کی اشاعت کو دوسروں کی رائے کے انتظار میں موقوف نہ رکھا جائے، بلکہ اپنی طرف سے ممکنہ تحقیق کے بعد شائع کر دیا جائے، پھر جب کسی کی طرف سے جواب موصول ہو، تو اسے شامل کر لیا جائے، اور کوئی قابلِ اصلاح و قابلِ رجوع بات سامنے آئے، تو آئندہ ایڈیشن میں اس کو شامل کر لیا جائے، اور "مالایدرک کلہٗ لایترک کلہٗ" کے مصداق اپنے ادارہ کے احباب کی سطح تک یا کبھی ضرورت سمجھی تو باہر کے کسی ہم مزاج فرد یا افراد کو شامل کر کے وقتاً فوقتاً فقہی اجلاس منعقد ہوتے رہیں۔

الحمدللہ تعالیٰ اسی کے مطابق ایک عرصہ سے عمل جاری ہے، اور اس عرصہ میں مذکورہ طریقہ پر اللہ کے خاص فضل و کرم سے متعدد علمی و تحقیقی مضامین و رسائل تیار و شائع ہوئے، اور اب ان کی مجلد انداز میں اشاعت کا سلسلہ جاری ہے، جس کی پہلی جلد شائع ہو چکی ہے، اور اگلی جلدوں پر بھی کافی حد تک بحمداللہ تعالیٰ کام ہو چکا ہے۔

واقعی اکابر و مشائخ کی ہدایات میں بڑی برکت و نورانیت ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

کچھ عرصہ پہلے بعض اہلِ افتاء حضرات کی طرف سے متعدد مرتبہ دوبارہ خواہش ظاہر کی گئی کہ ادارہ غفران میں ہونے والے فقہی اجتماع سے بڑے فوائد حاصل ہوتے تھے، اس کا دوبارہ اجراء ہونا چاہئے، بندہ نے ان کے سامنے بعض افراد کی طرف سے کام نہ کرنے دینے اور بندہ کے کام میں بھی رکاوٹ ڈالنے کی شکایت اور دوسری وجوہات کا تذکرہ کیا، اور یہ بھی کہ اگر وسعتِ ظرفی اور دوسرے کی رائے کے احترام کے ساتھ کام کیا جائے، اور امت کی مشکلات کے حل کی طرف متوجہ ہوا جائے، اور اپنی جمود و خمود والی روِش سے نکلا جائے، تو ہی کام آگے بڑھ سکتا ہے، جس پر متعدد حضرات نے آئندہ اسی نہج پر اور غیر روایتی انداز میں کام کو آگے بڑھانے کا عزم ظاہر کیا۔

اس کے بعد بندہ نے ایک مرتبہ پھر ادارہ غفران میں محدود اہلِ افتاء حضرات کو مدعو کیا، اور کام کرنے کی نوعیت پر بھی بات ہوئی، جس میں یہ طے ہوا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ صحیح نہج پر کام کیا جائے گا، لیکن فی الحال کسی کا کوئی عہدہ نہ ہوگا، کیونکہ عہدوں کی وجہ سے عام طور پر تنازعہ پیش آ جاتا ہے، بلکہ صرف مجلسِ مشاورت و مذاکرہ کی شکل ہوگی، اور تحقیق اور غور و فکر کے بعد جس کی جو رائے ہوگی، وہ تحریری شکل میں

اسمائے گرامی کی نشاندہی کے ساتھ جمع کر لی جائے گی، اور پھر ان فقہی آراء کو اس مجلس کی طرف سے شائع بھی کیا جاتا رہے گا۔

اس کے بعد بندہ نے اپنے یہاں ادارہ غفران میں مقرر کردہ طریقہ کے مطابق ایک مرتبہ پھر چند محدود افراد کے ساتھ کام کو اجتماعی انداز میں کرنے کی کوشش کی، مگر چند دنوں کے بعد بعض ایسے افراد کے درمیان میں آ جانے سے رکاوٹ پیدا ہوئی کہ جن کے طرزِ عمل سے پہلے بھی شکایت تھی، اور وہ فقہی آراء میں مخصوص قسم کے جمود وخمود اور تشدد کا مزاج رکھتے تھے، جبکہ بندہ کا مزاج فقہی امور میں خاص کر مجتہَد فیہ مسائل میں عدمِ تشدد اور اس کے مقابلہ میں توسع اور وسعتِ ظرفی کا ہے، جس کی بندہ کے مخصوص مشائخ نے تلقین وتحسین فرما رکھی ہے۔

ان حالات میں ایک مرتبہ پھر احساس ہوا کہ جس طرح سے پہلے اکابر کے مشورہ سے اپنے طور پر اور اپنے ہم مزاج مخصوص ومحدود احباب کے ساتھ مل کر کام ہوتا رہا، اسی طرح سے کام جاری رکھنے میں خیر ہے، اس لیے یہ مجلس ''تسریح باحسان'' پر منتج کرنی پڑی۔

مگر اس کے بعد بھی بعض عناصر کو سکون نہ ملا، انہوں نے بعض اکابر اور اہلِ علم حضرات کے سامنے بندہ کی الٹی سیدھی شکایتیں لگانا شروع کر دیں، مثلاً یہ کہ بندہ تفوّق وتعلّی اور مجتہدانہ یا غیر مقلدانہ انداز رکھتا ہے، وغیرہ وغیرہ، اور بھی نہ جانے کیا کیا بے پَر کی باتیں کی گئیں، اور بندہ کے متعلق جو کچھ زبان پر آیا، سب کچھ کہتے چلے گئے، بندہ کو جب مختلف ذرائع سے اس کا علم ہوا، تو بندہ نے صاف کہہ دیا کہ میرے نزدیک اس طرح کی باتیں غیبت یا بہتان کے زمرہ میں داخل ہیں، جن کو بندہ پرِ کاہ کے برابر اہمیت نہیں دیتا، اور ایسی حرکتوں سے زور ڈال کر علمی وتحقیقی کاوشوں کو پسپا نہیں کیا جا سکتا، اور نہ ہی ہمارے مستند اکابر کوتاہ بصیرت ہیں کہ کسی کی طرف سے غیبت یا بہتان سن کر دوسرے سے بدگمان ہو بیٹھیں، بندہ کا موقف بندہ کی تحریرات میں محفوظ ہے، اور اکابر اہلِ علم سے مخفی نہیں، اس کے باوجود اگر کسی کو بندہ کے معاملات کی صفائی کی ضرورت ہوئی، تو وہ بندہ سے رابطہ کرے گا، اور اگر کوئی بدگمان ہونا چاہے، تو وہ اس کا معاملہ ہے، کیونکہ بندہ کی اصل عدالت ایک ہی ہے، اور وہ اللہ تعالیٰ کی عدالت ہے، بندہ اسی عدالت میں جواب دہ ہے۔

بندہ علمی وفقہی شعبہ، خاص کر مجتہَد فیہ مسائل میں جو فقہائے کرام کے مابین مختلَف فیہ ہیں، یا جن مسائل میں فقہ حنفی میں ایک سے زیادہ اقوال پائے جاتے ہیں، اُن میں تشدُّد وسختی اور بے جا نکیر کا قائل نہیں، بلکہ

ایک درجہ میں توسع کا قائل ہے، اور اجتہاد کے متجزّی ہونے کے راجح قول کی بنیاد پر جہاں کہیں تحقیق کے دوران دلائل کی رُو سے کسی قول کو ’’عندی و عند اللہ‘‘ راجح سمجھتا ہے، اُس کو راجح قرار دینا اپنی ذمہ داری سمجھتا ہے، جس کی فقہائے اُصولیین نے تصریح فرمائی ہے، اور بندہ کے اکابر ومشائخ کی طرف سے بھی بندہ کو اس چیز کی اجازت حاصل ہے، مگر بعض حضرات کو یہ طریقہ پسند نہیں، اور وہ بندہ کو اپنے مخصوص یا معروف ومروّج قول ورائے بلکہ جمود وخمود والے مزاج کا پابند کرنا ضروری سمجھتے ہیں، جو بندہ کے نزدیک تحقیق کے اُصولوں کے منافی ہے۔

اور بندہ اس مزاج کو ان ہی کے لیے مبارک سمجھتا ہے، اور کہتا ہے کہ یہ مزاج ان ہی کو مبارک ہو۔

بندہ نے اس واقعہ کے بعد بھی اپنے مشائخ واکابر سے اپنے مذکورہ مزاج اور دوسروں کے مخصوص مزاج کے تناظر میں ہدایت واصلاح طلب کی، تو بھی ان کی طرف سے بندہ کے مجتہد فیہ فقہی مسائل میں عدمِ تشدد اور ’’فیما بیننا و بین اللہ‘‘ حق سمجھے جانے والے مزاج کی تحسین کی گئی، ’’فللّٰہ الحمد والشکر‘‘

ملاحظہ فرمایئے کہ جب متعدد اہلِ علم بلکہ متعدد اہلِ افتاء کی بھی اجتماعیت کے سلسلہ میں یہ حالت ہے، تو پھر دوسروں سے کیا توقع کی جاسکتی ہے؟

اور اس کی اہم اور بنیادی وجہ غلو کی حد تک پہنچا ہوا جمود وخمود وتشدد، فقہی تنگ نظری اور غیر معمولی علمی ومسلکی تعصب اور اس سے زیادہ بڑھ کر تزکیۂ نفس کا فقدان اور تحاسد وتباغض ہے۔

اس لیے میں تجربہ کے بعد کہتا ہوں کہ اس دور میں باوجود شدید ضرورت کے، اجتماعی کام کرنے کا عام طور پر مزاج نہیں رہا، لہٰذا جو کچھ خود سے یا اپنے محدود ساتھیوں کے ساتھ مل کر کام ہو سکے وہ کرنے میں کوتاہی سے کام نہ لیں، مگر کام کو کسی بڑے اجتماع واجلاس کے لئے موقوف نہ رکھیں۔

آج سے پہلے بھی ہمارے اکابر واسلاف خود سے انفرادی طور پر بڑے بڑے علمی وتحقیقی کام انجام دیتے رہے ہیں، اس وقت بھی ان کا دوسروں نے ساتھ نہیں دیا، بلکہ ان کے ساتھ متعدد اہلِ عصر نے تحاسد وتباغض والا رویہ اختیار کیا، اور آج بھی ہمارے بعض اکابر کے ساتھ متعدد حضرات کا یہی رویہ ہے، مگر بعد میں بحمداللہ سب ان کے کاموں سے مستفید ہوئے اور ہو رہے ہیں، اور ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی ہوتے رہیں گے، اور معاندین وحاسدین کا کوئی ذکر نہیں ہوگا، وہ اپنے حسد کی آگ میں خود ہی جل جائیں گے۔

مقالات ومضامین (جنت کے قرآنی مناظر:52) مفتی محمدامجد حسین

معرکہ روح وبدن اور جنت کی گزرگاہیں

(1)...... إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي ظِلَالٍ وَعُيُونٍ . وَفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُونَ . كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ . إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ (سورة المرسلات، رقم الآيات ۴۱ الی ۴۴)

ترجمہ: یقیناً متقی لوگ سایوں اور چشموں میں ہوں گے، اور من پسند میووں میں ہوں گے، کھاؤ اور پیو مزے سے، ان اعمال کے بدلے میں جو تم کرتے تھے، ہم یونہی بدلہ دیا کرتے ہیں نیکو کاروں کو (سورہ مرسلات)

وضاحت......ظلال، عیون، فواکہ تینوں جمع کے صیغے ہیں، پس جنت میں پھلوں کی طرح سائے اور چشمے بھی ایک آدھ نہیں، بہت سے اور انواع واقسام کے ہوں گے، جس میں اختیار وانتخاب اہلِ جنت اپنے شوق وخواہش اور مرضی وچاہت سے کریں گے۔

---

(2)...... إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا . حَدَائِقَ وَأَعْنَابًا . وَكَوَاعِبَ أَتْرَابًا . وَكَأْسًا دِهَاقًا . لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا كِذَّابًا . جَزَاءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَاءً حِسَابًا (سورة النباء، رقم الآيات ۳۱ الی ۳۶)

ترجمہ: جن لوگوں نے تقویٰ اختیار کیا، ان کی یقیناً بڑی جیت (کامیابی) ہے یعنی باغات، انگور، اور نوخیز ہم عمر لڑکیاں اور لبالب (بھرے ہوئے) جام، وہاں پر وہ نہ کوئی بے ہودہ بات سنیں گے، نہ کوئی جھوٹی بات، یہ ان کے رب کی طرف سے صلہ ہوگا، ایسا انعام جو لوگوں کے اعمال کے حساب سے دیا جائے گا (سورہ نبا)

متقین

اہلِ جنت کے تذکرے میں متقین کا لفظ جابجا آیا ہے، یعنی اہلِ جنت کو متقین کہا گیا ہے، اسی طرح دنیا کی زندگی میں اہلِ ایمان کو (جو ایمان لاکر عملِ صالح کرتے ہیں) متقین فرمایا گیا ہے، نیز مختلف اعمالِ صالحہ کو

قرآن نے متقین کے اوصاف کے طور پر ذکر فرمایا ہے کہ اللہ سے ڈرنے والوں کی یعنی متقیوں کی یہ صفات، احوال، اعمال ہوتے ہیں، پھر تقویٰ کو اختیار کرنے کا قرآن مجید نے جابجا انسانوں کو حکم دیا ہے، ’’اتقوا اللہ‘‘ یعنی اللہ سے ڈرو، اس کی منع کردہ چیزوں سے اجتناب اور اس کے احکام کی اتباع کرو۔

اللہ کا ڈر، اللہ کی عظمت وکبریائی کی ہیبت اور خوف وخشیت یہ اصل میں دل کی صفت ہے، دل کی کیفیت و حالت ہے، قلبِ انسانی کی یہ وہ اسٹیم اور ایندھن ہے کہ دل میں یہ اسٹیم وایندھن موجود ہو، تو انسانی زندگی کے تمام حرکات وسکنات، تمام اعمال واشغال اس اسٹیم کے زیرِ اثر ہوتے ہیں، اور اسی اسٹیم سے نشو ونما اور جِلا پاتے ہیں۔

پس انسان ملکوتی شان کے ساتھ زندگی گزارتا ہے، عبودیت وبندگی اس کی ایک ایک ادا سے ٹپکتی ہے، وہ زمین پر خالق کا نمائندہ اور مقاصدِ فطرت کا ترجمان ہوتا ہے، اس کی زندگی فطرت کے اٹل قوانین ونوامیس سے ہم آہنگ ہوتی ہے، وہ نفسانی خواہشات اور سفلی ومادی ترجیحات کا غلام نہیں ہوتا، نظامِ کائنات میں من مانی نہیں کرتا، اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے اور اپنی ہستی وذات سے وابستہ اغراض ومفادات کے لیے زمین کو فساد سے نہیں بھرتا، غرضیکہ من چاہی زندگی نہیں گزارتا، بلکہ رب چاہی زندگی گزارتا ہے۔

پھر اس تقویٰ کے مختلف اوپر نیچے درجات ومراتب ہیں، محققین اہلِ علم نے تقویٰ کے درج ذیل تین بڑے درجے متعین کیے ہیں (کچھ ذیلی درجے بھی ہیں) [1]

پہلا درجہ......کفر سے بچ کر یا کفر سے نکل کر ایمان، اسلام اختیار کرنا، اور اس پر قائم وبرقرار رہنا، یہ درجہ تمام اہلِ ایمان کو حاصل ہے، جو شریعت کی تمام تعلیمات کو اور اللہ ورسول کے سب احکام کو دل وجان سے قبول کرتے ہیں، اور ان میں سے جن احکام پر عمل نہ ہو سکے، اس کو اپنی کوتاہی اور گناہ سمجھتے ہیں، جس کی معافی کے لیے اس رب کی طرف رجوع کرتے ہیں، اور اسی کی ذات سے اپنی امیدیں وابستہ رکھتے ہیں۔

دوسرا درجہ......نیکوکار اہلِ ایمان کا ہے، جو ایمان کے ساتھ اعمالِ صالحہ کا بھی پورا اہتمام کرتے ہیں، یعنی کم از کم فرض واجب احکام کی پابندی کرتے ہیں۔

تیسرا درجہ......مقامِ ولایت پر فائز اہلِ ایمان کا ہے، جو فرائض وواجبات سے گزر کر نوافل ومستحبات اور

---

[1] درجات التقویٰ خمس، ان یتقی العبد الکفر و ذلک مقام الاسلام، ان یتقی المعاصی والحرمات و ھو مقام التوبة و ان یتقی الشبھات و ھو مقام الورع، ان یتقی المباحات وھو مقام الزھد وان یتقی حضور غیر اللہ علی قلبہٖ و ھو مقام المشاھدة (التسھیل لعلوم التنزیل، ج ۱، ص ۲۹، آغاز بقرة، وایضاً فی المظھری)

جملہ شرعی آداب کو بھی نباہتے ہیں، اور رخصت کی بجائے عزیمت کا راستہ اپناتے ہیں، جیسے تصوف کے راستے سے خدا پرستی کو شعار بنانے والے اولیاء، صلحاء وصوفیائے امت، درویش منش اور زہد شعار لوگ کہ ذکر وفکر، محنت ومجاہدے، ایثار وقربانی، خدمتِ خلق، دعوت وارشاد، عمومی فیض رسانی کے مظاہر ان کی زندگیوں کو احاطہ کیے ہوتے ہیں۔

اصحابِ عزیمت اولیائے کرام کے حالات وسوانح، تقویٰ کے اس تکمیلی مقام پر ان کے فائز ہونے پر شاہد عدل ہیں، انہی کے فیوضات وبرکات سے جہان کا جہان سیراب ہوتا ہے، حق وصداقت کے، ہدایت و خدا پرستی کے غلغلے اور ولولے، زمین پر گونجتے ہیں، اور انسانوں میں زندہ وتابندہ رہتے ہیں، روحانیت اور اعلیٰ انسانی اخلاقیات کا یہ جوت جگاتے ہیں۔

ہر مسلمان کو مبارک ہو!

ہر مسلمان، کلمہ گو، اللہ ورسول پر، شریعت ونبوت اور قرآن وسنت پر یقین وایمان رکھنے والے کو مبارک ہو کہ اسے تقویٰ کا پہلا درجہ حاصل ہے، تو پھر کیوں نہ! آگے سے آگے بڑھیں، دوسرا، پھر تیسرا اور نہ کم از کم دوسرا درجہ ضرور حاصل کریں کہ جنت اہلِ تقویٰ کی منتظر ہے۔ ؎

زرا جلدی چانس ضائع نہ ہو جائے　　　سانس ختم چانس ختم

بڑھ کر جو خود اٹھا لے ہاتھ میں مینا اسی کا ہے　　　یہ بزمِ ناز ہے، یہاں کوتاہ دستی میں ہے محرومی

---

(3)...... وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَى . فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَى (سورة النازعات، رقم الآيات ۴۰ و ۴۱)

ترجمہ: اور جو کوئی ڈرا اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے، اور روکے اپنے نفس کو ناجائز خواہشات سے، تو بلاشبہ جنت ہی اس کا ٹھکانہ ہے (سورہ نازعات) [1]

---

[1] وأصل الهوى مطلق الميل وشاع في الميل إلى الشهوة وسمي بذلك على ما قال الراغب لأنه يهوى بصاحبه في الدنيا إلى كل واهية وفي الآخرة إلى الهاوية ولذلك مدح مخالفه .قال بعض الحكماء :إذا أردت الصواب فانظر هواك فخالفه (روح المعاني، سورة النازعات تحت الآية)

وأما من خاف مقام ربه) قيامه بين يديه (ونهى النفس) الأمارة (عن الهوى) المردي باتباع الشهوات (تفسير الجلالين، تحت الآية)

خاف القيام بين يدي الله عز وجل وخاف حكم الله فيه (تفسير ابن كثير، تحت الآية)

Idara Ghufran

تشریح:......ان آیات میں ’’ھویٰ کا لفظ آیا ہے،اسی طرح ہدیٰ کا لفظ بھی قرآن مجید میں جا بجا آیا ہے۔
قرآن نے یہ دو اصطلاحات (Code-word) بہت استعمال کی ہیں، ہدیٰ اور ھویٰ۔
ہدیٰ سے مراد تو آسمانی تعلیمات ہیں، جو اللہ نے نبیوں اور رسولوں کے ذریعہ ہمیشہ انسانی معاشروں میں بھیجی ہیں، یہ تعلیمات انسان کو زندگی گزارنے کا پورا لائحہ عمل اور دستور فراہم کرتی رہی ہیں، اور آدم علیہ السلام کو زمین پر بھیجتے وقت ہی دربارِ الٰہی سے یہ پالیسی بیان نشر ہو گیا تھا کہ انسان زمین پر آزاد نہیں ہوگا کہ اپنی مرضی سے زندگی کی ترجیحات کا تعین کرے اور من مانی زندگی گزارے، بلکہ دنیا کی زندگی انسان کے لیے اپنے پورے زمینی عرصے میں ایک امتحانی زندگی ہوگی، جس کا پیپر و پرچہ وحی الٰہی کی شکل میں آسمانوں سے ہی آئے گا، انسان نے اپنی پوری زندگی لگا کر یہ پیپر حل کرنا ہوگا۔
اس سے ہٹ کر دوسرا لائف اسٹائل جو انسان دنیا میں ہمیشہ اختیار کرتا رہا ہے، اور اس پر اصرار کرتا رہا ہے، یعنی میں اپنی زندگی کا پروگرام اور اپنی ترجیحات خود اپنی سوچ وفکر سے، اپنی طبیعت، مزاج سے، اپنی عقل سے طے کروں گا، اور من چاہی زندگی گزاروں گا، اس کو قرآن نے اتباعِ ھویٰ قرار دیا ہے، یہاں اس اتباع ھویٰ سے اجتناب کو اخروی کامیابی کا معیار قرار دیا گیا ہے، اور واقعہ یہی ہے کہ نفس اپنی اصل حالت میں نفس امارہ ہے، اس کی خواہشات وترجیحات، لذت، اور خوش عیشی پر مبنی ہوتی ہیں، نہ کہ کسی بلند مقصد کو ہدف بنا کر اس کے لیے بلند کرداری کا مظاہر کرنے پر۔
وضاحتِ مزید......قیامت کی جزاوسزا، یوم الحساب کے محاسبے، رب کے سامنے جوابدہی کا احساس انسان کے اندر ہونا اس کے لیے بڑی سوغات ہے، اور فرد وسوسائٹی میں یہ احساس وشعور انبیائے کرام کی لائی تعلیمات کی باقیات اور آسمانی شریعتوں کی دَین ہے، یہ احساس دنیاوی اتھارٹیوں کے قوانین جزاوسزا اور معاشرے وسماج کے اخلاقی قوانین سے بھی پہلے فرد کو رضا کارانہ طور پر نیک چلنی، بلند کرداری اور امانت ودیانت کے راستوں پر چلنے، بلکہ دوڑنے پر آمادہ کردیتا ہے، دل میں یہ شعور واحساس نہ ہو، تو ریاست کے قوانین اور سماج کے ضابطے واقدار فرد کو کھلے اور علی الاعلان جرائم اور برائیوں سے ایک حد تک باز بھی رکھ لیں، لیکن تنہائی اور خلوت کے جرائم ومجرموں کے لیے یہ دنیاوی قوانین وضابطے معطل ہوجاتے ہیں، آج کے مادی کلچر اور جدید انسان کا بڑا المیہ یہ ہے کہ ضابطوں اور قوانین کی بھرمار ہے، جرائم کی روک تھام کرنے والے اداروں کی فراوانی ہے، لیکن جرائم وبگاڑ کا گراف روز بروز بلند ہورہا ہے۔

ایک طرف جدید ریاستیں اور سماج وسوسائٹی انسان کو مثالی انسان اور سپر مین (Super Man) بھی دیکھنا چاہتی ہیں، دوسری طرف سفلی خواہشات کا غلام اور نفس وھویٰ کا بندہ بھی بنانا چاہتی ہیں کہ وہ ماڈرن حیوان بن کر روحانی حدود وقیود اور اخلاقی ضابطوں کو روندھتا ہوا، نفسی وسفلی خواہشات پورے کرنے کو زندگی کا مقصد بنالے، جس کا جینا مرنا دنیا ہی کو اول وآخر مقصود ومطلوب بنا کر مادی آسائشوں کے زیادہ سے زیادہ حصول کے لیے ہو، اس سے آگے کی وہ سوچ بھی نہ۔

عقیدہ آخرت اور جزاوسزا پر یقین کی اہمیت

تمام آسمانی شریعتیں اور انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی رسالتیں تین بنیادوں پر متفق ومتحد رہی ہیں، جو کہ اصل دین ہیں، باقی فروعی اور عملی احکام میں زمان ومکان اور قوموں کے مزاج وعادات کے اختلاف کی وجہ سے شریعتوں میں بہت کچھ فرق واختلاف ہوتا رہا ہے۔

وہ تین اصولِ دین یہ ہیں، توحید، رسالت اور قیامت۔

انبیاء علیہم السلام کا ہمیشہ اپنی امتوں سے ان تین باتوں کو تسلیم کرنے کا مطالبہ رہا ہے، قرآن مجید میں بہت سے انبیاءِ سلف کے قصص وواقعات بیان ہوئے ہیں، اور ان کی دعوت وتبلیغ کا مفصل نقشہ کھینچا گیا ہے، مثلاً سورہ اعراف، سورہ ہود اور سورہ شعراء میں یہ صورتِ حال بہت واضح ہے، اس میں ہمیں نظر آتا ہے کہ انبیاء امتوں کو اللہ کی عبادت کرنے، اکیلے اس کی الوہیت کو ماننے اور اس اللہ سے ڈرنے کی تلقین کرتے رہے ہیں، یہ مقام ہے توحید کا، اور ساتھ ہی اپنی اطاعت کا مطالبہ کرتے رہے ہیں کہ ان کو اللہ کا نمائندہ و رسول مان کر ان کے کہے پر چلا جائے، اور ان کے کہے کو اللہ کا حکم سمجھا جائے، یہ مقام ہے رسالت کا، اور ساتھ ہی ساتھ دنیا کی بے ثباتی، ناپائیداری اور اس زندگی کے بعد ایک دوسری زندگی، جس میں جزاوسزا کے مراحل ہوں گے، ان کے سامنے واضح کرتے تھے، یہ قیامت کا عقیدہ ہے، توحید ورسالت کی طرح یہ عقیدۂ آخرت بھی انسانی زندگیوں پر گہرے اثرت رکھتا ہے، اور زندگی کو ایک صحیح رخ پر، سماج، معاشرے اور سوسائٹی کو ایک مثالی نہج پر ڈالتا ہے۔

یہ خوفِ خدا اور آخرت کے محاسبے کا ڈر اور قیامت کی جواب طلبی کا اندیشہ ہی ہوتا ہے، جو فرد کو اور سوسائٹی کو تنہائی میں بھی گناہ کرنے سے، خیانت وحق تلفی کرنے سے، ظلم وزیادتی، بے راہ روی، فحاشی وبدکاری کرنے سے روک دیتا ہے، اسی جذبے، یقین اور ایمانی وروحانی سپرٹ کا ہی یہ ثمرہ یہاں النازعات کی

ان آیات میں بیان ہورہا ہے (پیچھے سورہ رحمٰن میں بھی اس مضمون کی آیات گزر چکی ہیں) کہ ایسوں کے لیے ہی جنت ان کے رب نے ریزرو (Reserve) اور الاٹ (Allot) کر رکھی ہے، جنت کی جن سے آباد کاری ہوگی، اور فردوس کے بالا خانے جن کا ٹھکانہ بنیں گے، وہ یہی تو ہیں (بقول Ufone والوں کے "تم ہی تو ہو") ہاں تم ہی تو ہو، ذرا ہمتِ مرداں۔

تصویر کا دوسرا رخ

جانتے ہو کہ فکرِ آخرت کی یہ سپرٹ جب فرد اور سوسائٹی کے دل کی گہرائیوں سے نکل جاتی ہے پھر کیا ہوتا ہے؟

دوستو! پھر بڑا ڈراپ سین (Drop Scene) ہوتا ہے، زندگی بحرانوں میں گھر جاتی ہے، سوسائیٹیاں المیوں کا شکار ہو جاتی ہیں، ہنستی بستی انسانی بستیوں، آبادیوں، سلطنتوں اور ریاستوں میں جنگل کا قانون لاگو ہو جاتا ہے، جس کی لاٹھی اس کی بھینس، دنیا کا ماٹو (Motto) اور منشور بن جاتا ہے، انسان کی سنگ دلی کے آگے پتھر کی سنگینی مات کھا جاتی ہے، انسان کی انسانیت پر سوالیہ نشان لگ جاتا ہے، جنگل کے درندے، انسان کی درندگی کو خوبُو پر انگشتِ بدنداں رہ جاتے ہیں۔ [1]

خامہ انگشت بدنداں کہ اسے کیا لکھیے ناطقہ سر بگریباں کہ اسے کیا کہیے

پھر ایسی سوسائٹیوں میں پولیس کی کثرت ہو جاتی ہے، سیکورٹی اداروں کا جال بچھ جاتا ہے، انٹی کرپشن کی ایک نہیں کئی طرح کی اتھارٹیاں وجود میں آجاتی ہیں، متمدن ریاستیں اور مہذب سلطنتیں اس ایک روحانی سپرٹ کی محرومی کا مداوا کرنے کے لیے بہت کچھ مادی، تمدنی و قانونی تدبیریں اور چارہ سازیاں کرتی ہیں، سلطنتیں اپنے بھاری بھر کم بجٹ کے ساتھ بگڑے ہوئے، بددیانت اور پاپی مزاج رعایا کو تہذیب و شرافت اور امانت و دیانت کی لگام، پہنانے کے لیے سرگرمِ عمل ہو جاتی ہیں۔

لیکن سفر زیرو پوائنٹ کے آس پاس ہی رہتا ہے، کولہو کے بیل کی طرح۔

تمدنی مظاہر، بظاہر زوروں پر ہوتے ہیں، زندگی ہر طرف رواں دواں، اور کاروبارِ حیات کی گہما گہمی ہوتی ہے، لیکن مقصدِ حیات کے اعتبار سے نتائج و ثمرات بہت معمولی درجہ پر ہوتے ہیں۔

---

[1] بیسویں صدی کی دو عظیم جنگیں، سوویت سامراج کی ستر سالوں تک مشرق و مغرب میں، ایشیاء و یورپ میں تاخت و تاراج، نائن الیون کے بعد امریکہ اور نیٹو بلاک کی مہم جوئیاں، اور آج شام کے حالات یہ سب ماڈرن ہسٹری کی جدید ترقی یافتہ، تہذیب و تمدن کی دعویدار سوسائٹیوں کے کارنامے ہیں، ان میں انسانیت پر جو کچھ بیتی، وہ پچھلی اور اس صدی کی تاریخ کے دردناک ابواب ہیں۔ امجد۔

www.idaraghufran.org

بقول منیر نیازی

اس شہر پر شاید آسیب کا سایہ ہے منیر — کہ حرکت تیز تر ہے سفر آہستہ آہستہ

پھر مادی تدابیر کے ناخن سے ایک گرہ سلجھائی جاتی ہے، تو خدا فراموش اور مادیت زدہ سسٹم و کلچر کی پیچیدگیاں، دس مزید الجھی ہوئی گرہوں کے ساتھ سینہ تانے کھڑی ہوتی ہیں۔ ؎

کب تک کوئی الجھی ہوئی زلفوں کو سنوارے — کچھ اور بھی ہیں کام ہمیں اے غمِ جاناں

منیر نیازی نے ہی کہا تھا: ؎

ایک اور دریا کا مجھے سامنا تھا منیر — میں ایک دریا کے پار اترا تو میں نے دیکھا

آفاقی سچائی (Universal Truth)

توحید، رسالت، قیامت کے اعتقادات کائناتی سطح کی عالمگیر سچائیاں ہیں، جن کے ساتھ انسانی فطرت بندھی اور گندھی ہوئی ہے، ان سے بغاوت کرکے، زندگی، کائنات اور سوسائٹی و اجتماعیات کے مسائل سلجھانے اور ہستی و ذات اور سلسلہ موجودات کے معمے حل کرنے کی کوششیں ایک حد تک انسان کی وقتی تسکین کرسکتی ہیں، اس سے آگے کائنات اور خود انسان کی بے چین روح اپنا احتجاج ریکارڈ کرانا شروع کردیتی ہے کہ بس حد ہوگئی اس سے آگے نہیں۔NO More۔

المیہ یہ ہے کہ ہم زندگی کی اوپر کی سطح پر ہی صرف نگاہ رکھے ہوئے ہیں، جو ہمارے سامنے کاروبارِ زندگی کی گرم بازاریوں میں، تمدن کی چکاچوند اور نظر فریب مظاہر میں عہدِ شباب کی اٹھکیلیوں میں، ہنگامہ ہائے خورد و نوش اور ناؤ نوش میں، نفسانی خواہشات کے ارمان پورے کرنے کی مدتِ مہلت میں جلوہ گر ہیں، جبکہ قانونِ مکافاتِ عمل اور ردِ عمل کی قوتیں یہاں ہر سرگرمی و عمل کے پیچھے دب پاؤں آرہی ہوتی ہیں۔

ذرا ہسپتالوں کے مریض وارڈوں، جیل و قید خانوں کی عقوبت گاہوں، بڑھاپے کی نامرادیوں، بےبسیوں زوال و ناکامی کی خلشوں، قبرستانوں کی پراسرار خاموشیوں میں اور آثارہائے قدیمہ کے دیوار و در اور کھنڈرات میں بھی زندگی کے تھکے ماندے، کاروانوں کو دیکھنا چاہیے، جو بزبانِ اقبال یوں شکوہ سنج ہیں:

میں نوائے سوختہ در گلو — تو پریدہ رنگ رمیدہ بو

میں حکایتِ غمِ عاشقی — تو حدیثِ ماتمِ دلبری

بنیاد پرستی کی طرف (Back to Bases)

انٹرنیٹ کی تباہ کاریوں پر مادیت کے مرکز برطانیہ سے کوئی اور نہیں خود وہاں کے سابقہ پرائم منسٹر (Tony Blair) پچھلے عشرے میں چیخ اٹھے تھے کہ "یہ چیزیں ہماری نسلوں کو تباہ کر دیں گی، لہٰذا بیک ٹو بیسز (Back to Bases) بنیادوں کی طرف واپس پلٹو (بحوالہ خطباتِ راشدی)

ایک اور مغربی مفکر نے کہا تھا "اس سے پہلے کہ یہ آلات ہمیں تباہ کر دیں، ان کو تباہ کر دو"۔

خوفِ خدا اور فکرِ آخرت سے منکر و محروم سوسائٹیوں کے یہی المیے ہوا کرتے ہیں کہ بہت دور نکل کر ان کو یوٹرن کی سوجھتی ہے، جب یوٹرن کے مواقع شاید بہت کم رہ جاتے ہیں۔

آخری بات

لبرل و سیکولر سکالر اور تھنک ٹینک خواہ دیسی ہوں یا بدیسی، لوکل ہوں یا گلوبل، میڈیا کے پردہ زرنگاری کے پیچھے چھپے اینکروں کے روپ میں ہوں یا محکموں اور اتھارٹیوں کے کرسی اختیار پر براجمان بیوروکریٹس کے روپ میں، سرکار و دربار کے ایوانوں کے وزیر، مشیر اور ترجمان ہوں، یا اعلیٰ دانش کدوں کے ڈگری ہولڈر افلاطون ہوں، وہ کب تک لبرل ازم و روشن خیالی کے سبز باغ دکھا کر آدم کی اولاد کو آوارگی کے راستوں پر ڈالتے رہیں گے، اور انسانی زندگیوں کو، ریاست و سماج کو المیوں کی نذر کرتے رہیں گے، اور یونیورسل ٹرتھ اور انسانیت کی بیس و بنیاد سے کنی کترائیں گے؟ کہ انسان کی روح روحانی کائناتی حقائق سے، توحید و رسالت اور قیامت کے ایقان و شعور سے ہی آسودہ ہو سکتی ہے، اور چین پا سکتی ہے، ولیوں اور پیغمبروں کی بات ان کے کاسۂ سر میں نہیں سماتی، تو ٹونی بلیئر جتنی حقیقت پسندی کا ہی مظاہرہ کر لیں۔

مادیت، اباحیت اور سفلی خواہشات کے ارمان نکالنے کی بے ہنگم تاریک راہوں پر آج کی انسانی نسلیں جس طرح سرپٹ دوڑتے ہوئے ہلاکت کی دلدلوں میں اتر رہی ہیں، انسان کی اس عالمگیر بربادی پر کیا یہ ترس نہیں کھائیں گے؟

دنیا کو ہے پھر معرکہ روح و بدن پیش
تہذیب نے پھر اپنے درندوں کو ابھارا

اللہ کو پامردئ مومن پہ بھروسہ
ابلیس کو یورپ کی مشینوں کا سہارا

دین ہاتھ سے دے کر اگر آزاد ہو ملت
ہے ایسی تجارت میں مسلماں کا خسارا

(ارمغانِ حجاز)

مقالات ومضامین مولانا محمد ریحان

دس محرم سے متعلق بعض روایات کی حیثیت (دوسری وآخری قسط)

دس محرم کے دن رونے کی فضیلت کی روایت

علامہ طاہر پٹنی تذکرۃ الموضوعات میں فرماتے ہیں:

ما من عبد یبکی یوم قتل الحسین إلا کان یوم القیامۃ مع أولی العزم من الرسل موضوع رتنی، وکذا البکاء یوم عاشوراء نورا تاما یوم القیامۃ(تذکرۃ الموضوعات للفتنی ج ۱ ص ۱۱۹، باب الفاضلۃ من الأوقات والأیام والجمعۃ وعاشوراء والکحل وسعۃ الرزق وخلق کل شیء فیہ والشھور وأیام النحس وما حدث فیھا من البدع)

ترجمہ: دس محرم کے جو شخص روتا ہے تو قیامت کے دن معزز رسولوں کے ساتھ اس کا مقام ہوگا، یہ حدیث موضوع و من گھڑت ہے۔اسی طرح (یہ حدیث) دس محرم کے دن رونا قیامت کے دن نور تام کا باعث بنے گا (بھی موضوع ہے)(تذکرۃ الموضوعات)

جس سے معلوم ہوا کہ دس محرم کے دن رونے پر مختلف قسم کے فضائل پر مشتمل حدیث موضوع و من گھڑت ہیں۔ [1]

دس محرم کے دن سرمہ لگانے کی روایت

شعب الایمان میں امام بیہقی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم: مَنِ اكْتَحَلَ بِالْإِثْمَدِ يَوْمَ عَاشُورَاءَ لَمْ يَرْمَدْ أَبَدًا(شعب الایمان للبیھقی ج۵ ص ۳۳۴ مکتبۃ الرشد بالریاض)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے دس محرم کے دن اثمد سرمہ لگایا تو اس کو کبھی آنکھ کی

---

[1] "مَا مِنْ عَبْدٍ يَبْكِي يَوْمَ قَتْلِ الْحُسَيْنِ. يَعْنِي: يَوْمَ عَاشُورَاءَ إِلا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ أُولِي الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ. قال فی الذیل: موضوع.

وکذا ما روی: من أن البکاء یوم عاشوراء نور تام یوم القیامۃ. ھو موضوع. وضعتہ الرافضۃ, وقد قدمنا فی کتاب الصیام. ما فی صیام یوم عاشوراء من الأحادیث الموضوعۃ(الفوئد المجموعۃ ج ۱ ص ۴۴۰ أَحَادِيثُ الْأَدْعِيَةِ وَالْعِبَادَاتِ فِي الشُّهُورِ)

www.idaraghufran.org

بیماری نہ ہوگی(شعب الایمان) [1]

مگر اس روایت کی سند بھی کمزور یا شدید کمزور ہے۔ [2]

چنانچہ علامہ عبدالحی لکھنوی فرماتے ہیں:

ومن الأحاديث الواردة فی يوم عاشوراء أحاديث فضل الاكتحال فيه وهی لا تخلو من ضعف شديد بل هی موضوعة (الآثار المرفوعة فی الاخبار الموضوعة للكنوی ج ا ص ۹۵)

یعنی واردشدہ احادیث میں سے دس محرم کے دن سرمہ لگانے کی احادیث کی فضیلت ہے، اور یہ احادیث سخت ضعف سے خالی نہیں بلکہ موضوع ہیں (الآثار المرفوعہ)

لہٰذا دس محرم کے دن سرمہ لگانے کی مخصوص فضیلت سے متعلق احادیث بھی شدید ضعف سے خالی نہیں۔ [3]

---

[1] أَخْبَرَنَاهُ أَبُو عَبْدِ اللهِ الْحَافِظُ، قَالَ: أَخْبَرَنِی عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ الْوَرَّاقُ، حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ بِشْرٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّلْتِ، حَدَّثَنَا جُوَيْبِرٌ، عَنِ الضَّحَّاكِ "عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ:(شعب الايمان للبيهقی ج۵ ص ۳۳۴مكتبة الرشد بالرياض)

[2] وَكَذَلِكَ رَوَاهُ بِشْرُ بْنُ حَمْدَانَ بْنِ بِشْرٍ النَّيْسَابُورِيُّ، عَنْ عَمِّهِ الْحُسَيْنِ بْنِ بِشْرٍ، وَلَمْ أَرَ ذَلِكَ فِی رِوَايَةِ غَيْرِهِ، عَنْ جُوَيْبِرٍ، وَجُوَيْبِرٌ ضَعِيفٌ، وَالضَّحَّاكُ لَمْ يَلْقَ ابْنَ عَبَّاس(شعب الايمان للبيهقی ج۵ ص ۳۳۴مكتبة الرشد بالرياض)

الضحاک "بن مزاحم الهلالی أبو القاسم ويقال أبو محمد الخراسانی روی عن ابن عمر وابن عباس وأبی هريرة وأبی سعيد وزيد بن أرقم وأنس ابن مالک وقيل لم يثبت له سماع من أحد من الصحابة............وقال سلم بن قتيبة أبو داود عن شعبة حدثنی عبد الملک بن ميسرة قال الضحاک لم يلق بن عباس إنما لقی سعيد بن جبير(تهذيب التهذيب لحافظ ابن حجر ج۴ص ۴۵۳،من اسمه الضحاک)

جويبر بن سعيد (ق) أبو القاسم الأزدی البلخی المفسر، صاحب الضحاک.

قال ابن معين: ليس بشیء .وقال الجوزجانی / لا يشتغل به .وقال النسائی والدارقطنی وغيرهما: متروک الحديث.قلت: له عن أنس شیء......ويروی عن جويبر، عن الضحاک، عن ابن عباس -حديث: من اكتحل بالاثمد يوم عاشوراء لم يرمد أبدا(ميزان الاعتدال لذهبی ج ا ص۴۲۷)

[3] من اكتحل بالإثمد يوم عاشوراء لم يرمد أبد(السلسلة الضعيفة المختصرة للالبانی ج۲ ص ۸۹)

وَأَمَّا الِاكْتِحَالُ: فَرَوَى الْبَيْهَقِيُّ فِی "شُعَبِ الْإِيمَانِ"، فِی الْبَابِ الثَّالِثِ وَالْعِشْرِينَ: أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْحَافِظُ أَخْبَرَنِی عَبْدُ الْغَنِيِّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ إسْحَاقَ الْوَرَّاقُ ثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ الْوَرَّاقُ ثَنَا الْحَسَنُ بْنُ بِشْرٍ ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّلْتِ ثَنَا جُوَيْبِرٌ عَنْ الضَّحَّاكِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ": مَنْ اكْتَحَلَ بِالْإِثْمِدِ يَوْمَ عَاشُورَاءَ لَمْ يَرْمَدْ أَبَدًا "، انْتَهَى .قَالَ: الْبَيْهَقِيُّ: إسْنَادُهُ ضَعِيفٌ بِمَرَّةٍ، فَجُوَيْبِرٌ ضَعِيفٌ، وَالضَّحَّاكُ لَمْ يَلْقَ ابْنَ عَبَّاسٍ، انْتَهَى .وَمِنْ طَرِيقِ الْبَيْهَقِيِّ رَوَاهُ ابْنُ الْجَوْزِيِّ فِی "الْمَوْضُوعَاتِ"، وَنَقَلَ عَنْ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

دس محرم کو لباس وزینت کی فضیلت

دس محرم کے دن لباس وغیرہ کے ذریعے زینت اختیار کرنے کی فضیلت، علماء اور مسلمانوں کی زیارت کی فضیلت بھی موضوع ومن گھڑت ہیں اور ان کی کوئی اصل نہیں۔ [1]

دس محرم کے دن مخصوص نماز کی فضیلت

علامہ ابن جوزی الموضوعات میں روایت کرتے ہیں:

"مَنْ صَلَّى يَوْمَ عَاشُورَاءَ مَا بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ أَرْبَعِينَ رَكْعَةً، يَقْرَأُ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ مَرَّةً، وَآيَةَ الْكُرْسِيِّ عشر مَرَّات، وَقل هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ إِحْدَى عَشْرَةَ مَرَّةً، وَالْمُعَوِّذَتَيْنِ خَمْسَ مَرَّاتٍ، فَإِذَا سَلَّمَ اسْتَغْفَرَ سَبْعِينَ مَرَّةً، أَعْطَاهُ اللَّهُ فِي الْفِرْدَوْسِ قُبَّةً بَيْضَاءَ فِيهَا بَيْتٌ مِنْ زُمُرُّدَةٍ خَضْرَاءَ، سَعَةُ ذَلِكَ الْبَيْتِ مِثْلُ الدُّنْيَا ثَلاثَ مَرَّاتٍ، وَفِي ذَلِكَ الْبَيْتِ سَرِيرٌ مِنْ نُورٍ، قَوَائِمُ السَّرِيرِ مِنَ الْعَنْبَرِ الأَشْهَبِ، عَلَى ذَلِكَ السرير ألفا فرَاش مِنَ الزَّعْفَرَانِ (الموضوعات لابن الجوزی ج۲ ص۱۲۲ کتاب الصلاۃ)

ترجمہ: جس نے دس محرم کے دن ظہر اور عصر کے درمیان چالیس رکعات پڑھیں، ہر رکعت میں ایک مرتبہ سورہ فاتحہ، دس مرتبہ آیۃ الکرسی، گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص اور پانچ مرتبہ آخری دو صورتیں، پڑھیں اور سلام پھیرنے کے بعد ستر مرتبہ استغفار کیا تو اللہ تعالی اسے جنت الفردوس

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الْحَاكِمِ أَنَّهُ قَالَ فِيهِ :حَدِيثٌ مَوْضُوعٌ، وَضَعَهُ قَتَلَةُ الْحُسَيْنِ رضی الله عنه، انْتَهَى .وَجُوَيْبِرٌ، قَالَ فِيهِ ابْنُ مَعِينٍ: لَيْسَ بِشَيْءٍ، وَقَالَ أَحْمَدُ :مَتْرُوكٌ، وَأَمَّا أَنَّ الضَّحَّاكَ لَم يَلْقَ ابْنَ عَبَّاسٍ فَرَوَى ابْنُ أَبِي شَيْبَ فِي "مُصَنَّفِهِ" حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُد عَنْ شُعْبَةَ، قَالَ :أَخْبَرَنِي مُشَاشٌ، قَالَ :سَأَلْت الضَّحَّاكَ، هَلْ رَأَيْت ابْنَ عَبَّاسٍ؟ فَقَالَ :لَا، انْتَهَى .حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُد عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَيْسَرَةَ، قَالَ : لَمْ يَلْقَ الضَّحَّاكُ ابْنَ عَبَّاسٍ إنَّمَا لَقِيَ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ، فَأَخَذَ عَنْهُ التَّفْسِيرَ، انْتَهَى(نصب الرایة لزیلعی ج۲ ص۵۵،بَابُ مَا يُوجِبُ الْقَضَاءَ وَالْكَفَّارَةَ)

[1] أما غير ذلک مما اشتهر فعله في يوم عاشوراء :كالإكتحال والتزين باللباس وغيره وزيارة العلماء والإخوان ونحو ذلک من الأمور الحسنة فلم يصح منها شيء ، بل هي من وضع قتلة الحسين اتخذوا عيدا، كما اتخذه الروافض يوم الحزن، وكذا ما يذكر في كتب الترغيب " :إن آدم تاب الله عليه يوم عاشوراء ، ونوحا نجاه الله يوم عاشوراء ، وإبراهيم نجاه الله من النار يوم عاشوراء ، ويونس أخرجه الله من بطن الحوت يوم عاشوراء ، ويعقوب اجتمع بيوسف يوم عاشوراء ، والتوراة نزلت يوم عاشوراء ، وما أشبه ذلک من الأخلاط، فكله كذب ولا أصل له(اسنی المطالب فی احادیث مختلفة المراتب ج ۱ ص ۳۴۳ احادیث فضل یوم عاشوراء)

www.idaraghufran.org

میں ایک ایسا گنبد عطا کریں گے جس میں سبز زمرد کا گھر ہوگا،اس گھر کی کشادگی اس دنیا کی تین گنا ہوگی،اوراس گھر میں ایک نور کی چار پائی ہوگی،اوراس چار پائی کے پائے بھورے رنگ کے عنبر کے ہوں گے،اوراس چار پائی پر زعفران کے ایک ہزار بچھونے ہوں گے(الموضوعات) ؂۱

علامہ ابن جوزی یہ حدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ حدیث موضوع ہے اور رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے بابرکت کلمات ایسی تخلیط سے پاک ہیں۔ ؂۲

دس محرم کی رات مخصوص نماز کی فضیلت

علامہ ابن جوزی نے ایک روایت درج ذیل الفاظ میں روایت کی ہے۔

مَن أحيى لَيْلَةَ عَاشُورَاء فَكَأَنَّمَا عبد الله تَعَالَى بِمِثْلِ عِبَادَةِ أَهْلِ السَّمٰوَاتِ، وَمَنْ صَلَّى أَرْبَعَ رَكْعَاتٍ، يَقْرَأُ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ الْحَمْدَ مَرَّةً، وَخَمْسَةَ مَرَّةً قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ، غَفَرَ اللَّهُ لَهُ ذُنُوبَ خَمْسِينَ عَاما مَاض، وَخمسين عَاما مُسْتَقْبل، وَبَنَى لَهُ فِي الْمَثَلِ الْأَعْلَى أَلْفَ أَلْفِ مِنْبَرٍ مِنْ نُور (الموضوعات لابن الجوزی ج۲ص۱۲۲ کتاب الصلاۃ)

جس نے دس محرم کی رات کو زندہ کیا (یعنی عبادت کی) تو گویا کہ اس نے اہل آسمان کے بقدر عبادت کی،اور جس نے چار رکعات نماز پڑھی، ہر رکعت میں ایک مرتبہ سورہ فاتحہ،اور پانچ مرتبہ سورہ اخلاص،تو اللہ نے اس کے اگلے پانچ اور پچھلے پانچ سالوں کے گناہ معاف کردیئے،اور مثل اعلی میں اس کے لیے ایک لاکھ نور کے منبر بنادیئے (الموضوعات) ؂۳

علامہ ابن جوزی یہ حدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا رسول اللہ ﷺ

؂۱ صَلاة ليَوم عَاشُورَاء أَنبأَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدٍ الطَّيِّبِيُّ أَنْبَأَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَنْبَأَنَا الْحَسَنُ بن على ابْن جَعْفَر أَنبأَنَا عبد الله بن عبيد الله بْنِ كَلالَةَ حَدَّثَنَا أَبُو الْقَاسِمِ عبد الله بْنِ أَحْمَدَ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ نَصرِ بْنِ عَلِيٍّ الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عبد الله مُحَمَّد بن إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ حدثنا مُحَمَّد بن عبد الله النَّهْرَوَانِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَهْلٍ عَن أَبِيه عَن أبى هُرَيْرَة قَالَ قَالَ رَسُول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (الموضوعات لابن الجوزی ج۲ص۱۲۲ کتاب الصلاة)

؂۲ وَذكر حَدِيثا طَويلا من هَذَا الْجِنْسهَذَا حَدِيث مَوْضُوع .وكلمات الرَّسُول عَلَيْهِ السَّلامُ منزهة عَنْ مثل هَذَا التَّخْلِيط.والرواة مَجَاهِيل.وَالْمُتَّهَم بِهِ الْحُسَيْن (الموضوعات لابن الجوزی ج۲ص۱۲۲ کتاب الصلاة)

؂۳ حَدثنَا مُحَمَّدُ بْنُ نَاصِرٍ أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ قُرَيْشٍ أَنْبَأَنَا الْعُشَارِيُّ أَنْبَأَنَا أَبُو بَكْر النُّوشَرِيُّ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَلْمَانَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ الْحَرْبِيُّ حَدَّثَنَا شُرَيْحُ بْنُ النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ أَبِيهِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم (الموضوعات لابن الجوزی ج۲ص۱۲۲ کتاب الصلاة)

سے صحیح ہونا ثابت نہیں۔ [1]

اسی طرح دس محرم کے دن مختلف طریقوں سے نماز پڑھنے سے مختلف قسم کے فضائل کا حصول من گھڑت و بے بنیاد ہے۔ [2]

---

[1] هَـذَا حَـدِيـثٌ لَا يَـصِحُّ عَنْ رَسُول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .وَقَـدْ أَدخـل عـلى بعض الْمُتَأَخِّرين مِنْ أَهْلِ الْغَفْلَة، على أَن عبد الرحمن بْن أَبِى الزِّنَادِ مَجْرُوح .قَالَ أَحْمَد :هُوَ مُضْطَرب الحَدِيث، وَقَالَ يحيى :لَا يحْتَج بِه(الموضوعات لابن الجوزى ج۲ص ۱۲۲ کتاب الصلاۃ)

[2] وكذا صلاة عاشوراء وصلاة الرغائب موضوع بالاتفاق(كشف الخفا ومزيل الالباس ج۲ص ۴۱۰)

Idara Ghufran

مقالات ومضامین قاری جمیل احمد

اولاد باعثِ شفاعت

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کے تین بچے فوت ہوگئے ہوں، وہ اس کے لیے جہنم کی آگ سے آڑ بن جائیں گے، کسی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اگر کسی کے دو بچے فوت ہوگئے ہوں؟ فرمایا وہ بھی، پھر کسی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! جس کا ایک بچہ فوت ہوا ہو؟ فرمایا وہ بھی، پھر کسی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! جس کا ایک بچہ بھی فوت نہ ہوا ہو؟ فرمایا میں اپنی امت کا آگے جا کر سامان کرنے والا ہوں، یعنی میں آگے جا کر اپنی امت کے لیے مغفرت کی سفارش کروں گا (مسند احمد، حدیث نمبر ۱۰۱۲۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ادب وخوف کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے سفارش فرمائیں گے، لیکن بچہ ضد کے ساتھ سفارش کرے گا، جس طرح دنیا میں بچے والدین سے ضد کرتے ہیں، اسی طرح قیامت میں بھی بچے اللہ تعالیٰ سے ضد اور ناز ونخرے کریں گے، چنانچہ احادیث میں ہے کہ بچہ جنت کے دروازے پر جا کر کھڑا ہو جائے گا، اس سے کہا جائے گا کہ اندر آ جاؤ، آگے سے جواب میں کہے گا کہ نہیں جانا، پوچھا جائے گا کہ کیوں؟ کہے گا کہ جب تک میرے ماں باپ ساتھ نہ ہوں گے، اس وقت تک جنت میں نہیں جا سکتا، تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے، اے اپنے پرودگار سے ضد کرنے والے بچے! اپنے ماں باپ کو بھی جنت میں لے جا۔

حدیث میں ہے کہ جس کسی مسلمان کا بچہ فوت ہو جاتا ہے، اور فرشتے اس کی روح کو لے کر آسمان پر پہنچتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ ان سے ارشاد فرماتے ہیں، کیا تم نے میرے بندہ کے بچہ کو لے لیا، وہ کہتے ہیں، اے اللہ! ہاں، اللہ تعالیٰ پھر فرماتے ہیں کہ میرے بندہ کے گوشۂ جگر کو لے لیا، وہ کہتے ہیں، اے اللہ! ہاں، پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے کیا کہا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ! اس نے آپ کی حمد کی اور صبر کیا، اس پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ گواہ رہو، میں نے اپنے بندہ کو بخش دیا، اور اس کے لیے جنت میں ایک محل تیار کرو، اور اس کا نام بیت الحمد رکھو (سنن الترمذی، حدیث نمبر ۱۰۲۱)

یہ تو چھوٹوں کے فوت ہونے پر وعدہ ہے، جس سے ثابت ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ بچوں کے فوت ہونے پر نعم

البدل عطا فرماتے ہیں (یعنی مغفرت اور جنت کا محل)

اسی طرح بڑوں کے مرنے پر بھی اجروثواب کا وعدہ ہے، چنانچہ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں جس شخص کے محبوب اور پیارے کو لے لوں، چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو یا ہمسر ہو (جیسے بھائی بیوی وغیرہ) پھر وہ صبر کرے، تو اس کا اجر جنت ہے، یعنی وہ جنت میں ضرور پہنچے گا، یہاں بھی نعم البدل کا وعدہ ہے، اور جنت سے بہتر نعم البدل کیا ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے عرض کیا کہ میرا بچہ مرگیا ہے، جس کا مجھے بہت صدمہ ہے، کوئی ایسی بات سناؤ کہ جس سے میرا غم ہلکا ہو جائے، فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ یہ بچے جو مر جاتے ہیں، یہ جنت کے دعامیص ہو جاتے ہیں (مسند احمد، حدیث نمبر ۱۰۳۲۵)

عموص ایک کیڑا ہے، جو پانی میں اِدھر اُدھر بھاگا پھرتا ہے، مطلب یہ ہے کہ یہ بچے جنت میں اِدھر اُدھر بھاگے پھریں گے، ہر ایک درجہ میں گھستے پھریں گے کہ ان کو کوئی روک ٹوک نہ ہوگی، جس گھر میں چاہیں گے چلے جائیں گے، جیسے یہاں دنیا میں بھی بچے کسی گھر میں جانے سے نہیں رکتے، جس گھر میں چاہتے ہیں، گھس جاتے ہیں، اور ہر جگہ ان کی چاہ ہوتی ہے، اور ہر شخص کو چھوٹے بچہ پر پیار بھی آتا ہے، اور اس کی تکلیف پر رحم بھی آتا ہے، تو جس طرح یہاں دنیا میں بچے ہر آدمی کو محبوب ہیں، اور ہر ایک کو ان پر رحم آتا ہے، اور کسی گھر سے ان کو روکا نہیں جاتا، اسی طرح جنت میں یہ بچے جہاں چاہیں گے، بھاگے بھاگے پھریں گے۔

اس طرح کی باتوں کو سوچنے سے آدمی کا غم ہلکا ہو جاتا ہے، اور تسلی ہو جاتی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان باتوں پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

بسلسلہ: اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام — اضافہ واصلاح شدہ چوتھا ایڈیشن

ماہِ ربیعُ الاٰ خر

اسلامی سال کے چوتھے مہینے ”ربیعُ الاٰ خر“ جس کو ”ربیعُ الثَّانی“ بھی کہا جاتا ہے، کے متعلق شرعی احکام، اس مہینہ کے حوالہ سے معاشرے میں رائج منکرات ومفاسد اور غلط فہمیوں پر مدَلَّل ومفصَّل کلام، اور ماہِ ربیعُ الاٰ خر کے تاریخی واقعات وحالات

مصنِّف: مفتی محمد رضوان

بسلسلہ :تاریخی معلومات مولانا طارق محمود

ماہِ ذوالحجہ: آٹھویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات

□......ماہِ ذی الحجہ ۷۰۴ھ: میں حضرت ابوالحسن علی بن احمد بن عبدالحسن بن احمد بن محمد بن علی بن حسن ہاشمی حسینی غرافی اسکندرانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(معجم الشیوخ الکبیر للذھبی، ج ۲ ص ۱۳)

□......ماہِ ذی الحجہ ۷۰۷ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن ابی العز بن شرف بن بیان انصاری دمشقی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(معجم الشیوخ الکبیر للذھبی، ج ۲ ص ۳۲۳)

□......ماہِ ذی الحجہ ۷۰۸ھ: میں حضرت ابوجعفر محمد بن علی بن حسین بن سالم حاج مقری صالح سلمی دمشقی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(معجم الشیوخ الکبیر للذھبی، ج ۲ ص ۲۳۷)

□......ماہِ ذی الحجہ ۷۱۱ھ: میں حضرت ابوعبدالرحمٰن مسعود بن احمد بن مسعود حارثی مصری حنبلی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(معجم الشیوخ الکبیر للذھبی، ج ۲ ص ۳۳۹)

□......ماہِ ذی الحجہ ۷۱۵ھ: میں حضرت ابوعلی موسیٰ بن علی بن ابی طالب حسنی دمشقی حنفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(معجم الشیوخ الکبیر للذھبی، ج ۲ ص ۳۴۷)

□......ماہِ ذی الحجہ ۷۱۶ھ: میں حضرت ام احمد فاطمہ بنت شیخ نفیس الدین انصاریہ حمویہ رحمہا اللہ کی وفات ہوئی(معجم الشیوخ الکبیر للذھبی، ج ۲ ص ۱۱۳)

□......ماہِ ذی الحجہ ۷۱۹ھ: میں حضرت ابواسحاق ابراہیم بن علی بن محمد بن غالب انصاری دمشقی بزاز رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(معجم الشیوخ الکبیر للذھبی، ج ۱ ص ۱۴۶)

□......ماہِ ذی الحجہ ۷۲۰ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن عبدالخالق بن عبداللہ بن یوسف عالم مقری دمشقی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(معجم الشیوخ الکبیر للذھبی، ج ۲ ص ۲۰۷)

□......ماہِ ذی الحجہ ۷۲۱ھ: میں حضرت ابومحمد یحییٰ محمد بن سعد بن عبداللہ بن سعد انصاری مقدسی صالحی حنبلی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(معجم الشیوخ الکبیر للذھبی، ج ۲ ص ۳۷۳)

□......ماہِ ذی الحجہ ۷۲۲ھ: میں حضرت ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن مخلوف بن عبدالرحمٰن بن جماعہ بن رجاء عدل ربعی اسکندرانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(معجم الشیوخ الکبیر للذھبی، ج ۱ ص ۳۸۲)

www.idaraghufran.org

□......ماہِ ذی الحجہ ۷۲۳ھ: میں حضرت ابوبکر بن عبدالحلیم بن ابی العزعسقلانی مقری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(معجم الشیوخ الکبیر للذہبی، ج۲ ص۴۰۹)

□......ماہِ ذی الحجہ ۷۲۴ھ: میں حضرت ابوبکر بن عبداللطیف بن محمد بن محمد بن نصر اللہ حموی شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(معجم الشیوخ الکبیر للذہبی، ج۲ ص۴۱۰)

□......ماہِ ذی الحجہ ۷۲۵ھ: میں حضرت شرف الدین محمد بن وجیہ الدین محمد بن عثمان بن اسعد بن منجی تنوخی دمشقی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(معجم الشیوخ الکبیر للذہبی، ج۲ ص۲۷۵)

□......ماہِ ذی الحجہ ۷۲۶ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن عیسیٰ بن علی بن عیسیٰ اندلسی دمشقی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(معجم الشیوخ الکبیر للذہبی، ج۲ ص۲۶۲)

□......ماہِ ذی الحجہ ۷۲۷ھ: میں حضرت ابوالفضل یوسف بن محمد بن ابراہیم کردی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(معجم الشیوخ الکبیر للذہبی، ج۲ ص۳۹۱)

□......ماہِ ذی الحجہ ۷۲۸ھ: میں حضرت ابوالقاسم بن عبدالسلام بن مصلی شاہد رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔
(معجم الشیوخ الکبیر للذہبی، ج۲ ص۴۲۵)

□......ماہِ ذی الحجہ ۷۳۰ھ: میں حضرت ابوالعلاء ایوب بن نعمۃ بن محمد مقدسی دمشقی کحال رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(معجم الشیوخ الکبیر للذہبی، ج۱ ص۱۸۶)

□......ماہِ ذی الحجہ ۷۳۴ھ: میں حضرت محمد بن محمد بن علی بن عبدالجبار دمشقی بابشرقی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(معجم الشیوخ الکبیر للذہبی، ج۲ ص۳۳۴)

□......ماہِ ذی الحجہ ۷۳۵ھ: میں حضرت ابوالقاسم فضل بن عیسیٰ بن قندیل عجلونی حنبلی مساری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(معجم الشیوخ الکبیر للذہبی، ج۲ ص۱۰۱)

□......ماہِ ذی الحجہ ۷۳۹ھ: میں حضرت بہاء الدین ابوالفضل محمد بن یوسف بن محمد بزرالی اشبیلی دمشقی شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(معجم الشیوخ الکبیر للذہبی، ج۲ ص۱۱۶)

□......ماہِ ذی الحجہ ۷۴۱ھ: میں حضرت صفیہ بنت احمد بن احمد بن عبیداللہ مقدسی رحمہا اللہ کی وفات ہوئی(معجم الشیوخ الکبیر للذہبی، ج۱ ص۳۰۷)

□......ماہِ ذی الحجہ ۷۴۳ھ: میں حضرت محمد بن احمد بن بضخان بن عین الدولۃ دمشقی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(معجم الشیوخ الکبیر للذہبی، ج۲ ص۱۴۰)

علم کے مینار — امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ (قسط: 13) — مولانا غلام بلال

مسلمانوں کے علمی کارناموں و کاوشوں پر مشتمل سلسلہ

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے علمی و معاشی مشاغل

جیسا کہ ہم پہلے ذکر چکے ہیں کہ ائمہ دین، مفسرین و محدثین اور فقہائے کرام دین کی خدمت، تعلیم و تعلم، تحدیث و روایت، درس و تدریس اور تفقہ و افتاء کے ساتھ ساتھ معاش و معیشت کے لیے ذاتی کاروبار بھی کیا کرتے تھے، اور علمِ دین کو ذریعہ معاش بنانے سے اجتناب کیا کرتے تھے، اور نہ ہی ان کا مقصود ان علوم سے دنیاوی مفاد حاصل کرنا ہوتا تھا، بلکہ بقدرِ ضرورت مختلف قسم کے معاشی مشاغل بھی اختیار فرمایا کرتے تھے، اور عبرت پذیری کے لیے ان پیشوں کی نسبت اپنے نام و نسب کے ساتھ بھی لگایا کرتے تھے۔

اسی طرح امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فقہ کے بانی و مدون اور اپنے وقت کے امام و مقتدا ہونے کے ساتھ ساتھ، معاش و معیشت کے حوالہ سے "خزّاز" یعنی ریشم فروش تھے، اور یہ آپ کا خاندانی پیشہ تھا، ان کے یہاں ریشم بنانے اور ریشمی کپڑا تیار کرنے کا بہت بڑا کارخانہ تھا، جس میں بہت سے کاریگر اور مزدور کام کر کے اپنی روزی روٹی کمایا کرتے تھے، اور کارخانہ کے ساتھ ساتھ ریشمی کپڑوں کی بہت بڑی دکان (یعنی Show Room) بھی تھا کہ جس میں تیار شدہ ریشمی کپڑوں کی فروخت ہوتی تھی۔

چنانچہ امام ذہبی فرماتے ہیں:

> **وکان من أذکیاء بنی آدم، جمع الفقه والعبادة والورع والسخاء، وکان لا یقبل جوائز الدولة بل ینفق ویؤثر من کسبه، له دار کبیرة لعمل الخز، وعنده صُناع وأجراءُ** (العبر فی خبر من غبر للذهبی، ج ۱، ص ۱۶۴)

> ابو حنیفہ بنی آدم میں سے ذہین ترین انسان تھے، انہوں نے اپنی ذات میں فقہ، عبادت، تقویٰ اور سخاوت کو جمع کر رکھا تھا، آپ حکومتی انعام و عطیے قبول نہیں کیا کرتے تھے، بلکہ اپنی کمائی سے خرچ کرنے کو ترجیح دیا کرتے تھے، اور ان کے ہاں ریشم کا بہت بڑا کارخانہ تھا، جس میں آپ کے بہت سے کاریگر اور مزدور کام کیا کرتے تھے۔

آپ کے ذہین و فطین ہونے کے ساتھ ساتھ فقہ و تقویٰ، عبادت و ریاضت اور سخاوت میں اپنی مثال آپ

ہونے کو، آپ کے اساتذہ اور ہم عصر بزرگ یوں تعبیر فرمایا کرتے تھے:

”إِن هَذَا الخزاز حسن الْمعرفَة“

بے شک یہ ریشم فروش (فقہ وتقویٰ) میں اچھی معرفت رکھتا ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ ”بزّاز“ یعنی سوتی کپڑے کے تاجر تھے، بعد میں آپ نے دینی وعلمی سرگرمیوں کو اپنایا، دونوں بزرگوں کا ذریعہ معاش کپڑے کی تجارت تھا۔ [1]

عراق کا علاقہ اسلامی اور عجمی تہذیب وتمدن کا گھڑ تھا، جبکہ شام اور اس کے شہروں میں رومی اور مغربی تہذیب وتمدن کے آثار نمایاں تھے، جبکہ عراق میں عجمی وایرانی تہذیب وتمدن کی جھلک دکھائی دیتی تھی، اور بغداد کی تعمیر وترقی سے پہلے، عراق کے دونوں شہر کوفہ اور بصرہ خوشحالی، رفاہیت اور مضبوط معیشت کے حامل تھے، اور اس زمانے میں کوفہ میں اعلیٰ قسم کے سوتی اور ریشمی کپڑے تیار ہوتے تھے، اور امام صاحب کا خاندان بہت پہلے سے ریشمی کپڑوں کا تاجر تھا، اور آپ کی دکان بیچ شہر میں کوفہ کی جامع مسجد کے پہلو میں حضرت عمرو بن حریث مخزومی رضی اللہ عنہ کے عظیم الشان اور بابرکت مکان میں تھی، جس کی شہرت معروف ومشہور تھی، چنانچہ خطیب بغدادی لکھتے ہیں:

”وكان أبو حنيفة خزازاً ودكانه معروف في دار عمرو بن حريث“

اور ابوحنیفہ خزاز یعنی ریشم فروش تھے، اور آپ کی دوکان حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ کے مکان میں مشہور ومعروف تھی (تاریخ بغداد للخیطب بغدادی، ج۶، ص ۹۴)

اس مکان میں دکان کی اہمیت جاننے کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ حضرت عمرو بن حریث قریشی رضی اللہ عنہ کوفہ کے رہنے والے تھے، اور آپ قریش میں سے پہلے صحابی تھے کہ جنہوں نے کوفہ کو اپنا مسکن بنایا، آپ کا شمار کوفہ کے امیر ترین افراد میں ہوتا تھا، اور بنوامیہ کی طرف سے کوفہ کے والی بھی مقرر کیے گئے، اور جب امیرِ کوفہ زیاد بن ابی سفیان شہر سے باہر جاتا، تو آپ کو اپنی جگہ امیر مقرر کر کے جاتا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت بارہ سال کے تھے، ان کا بیان ہے کہ جس سال غزوہ بدر کا معرکہ پیش آیا، اس سال میری والدہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خدمت میں لے گئیں، تو آپ ﷺ نے میرے سر پر دستِ شفقت پھیرا، اور میرے حق میں بیع وشراء میں برکت اور رزق میں وسعت اور فراوانی کی دعا فرمائی۔

---

[1] قال ابن بكير مولد مالك بذى المروة وكان أخوه النظر يبيع البز وكان مالك معه بزازاً ثم طلب العلم (ترتيب المدارك للقاضى عياض، ج ۱، ص ۳۰)

www.idaraghufran.org

اور فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے بھائی سعید بن حریث مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے، اس وقت آپ سونا تقسیم فرمارہے تھے، مجھے بھی ایک ٹکرا عنایت فرمایا، میں نے دل میں کہا کہ اسے جس چیز میں بھی لگاؤں گا برکت ہوگی، اور اس کا آخری حصہ میں نے اس مکان میں لگایا، چنانچہ راوی فرماتے ہیں:

”فکسب مالاً عظیماً، و کان من أغنی أھل الکوفۃ“

چنانچہ انہوں نے (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا اور اس ٹکرے کی برکت سے) بہت سا مال کمایا، اور آپ کا شمار کوفہ کے امیر ترین افراد میں ہوتا تھا۔ [1]

آپ جنگِ قادسیہ میں بھی شریک ہوئے، اور جب کوفہ آباد ہوا تو وہاں تشریف لے گئے۔

اور ابنِ سعد فرماتے ہیں کہ کوفہ آکر آپ نے کوفہ کی جامع مسجد کے قریب ایک بڑا مکان تعمیر کیا۔

”وھی کبیرۃ مشھورۃ فیھا أصحاب الخز الیوم“

یہ بہت بڑا اور مشہور مکان تھا، یہاں آج کل (یعنی تیسری صدی) میں ریشم کا کاروبار کرنے والے رہتے ہیں۔

آپ کی وفات سن پچاسی (85) ہجری میں ہوئی، جبکہ تب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی عمر پانچ (5) سال تھی۔ [2]

---

[1] عمرو بن حریث القرشی :عمرو بن حریث بن عمرو بن عثمان بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم القرشی المخزومی یکنی أبا سعد .رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، وھو أخو سعید بن حریث، ویجتمع ھو وخالد بن الولید وأبو جھل بن ھشام فی عبد اللہ . سکن الکوفۃ وابتنی بھا داراً، وھو أول قرشی اتخذ بالکوفۃ داراً، وروی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکان عمرہ لما توفی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اثنتی عشرۃ سنۃ، وقیل :حملت بہ أمہ عام بدر، ومسح النبی صلی اللہ علیہ وسلم رأسہ، ودعا لہ بالبرکۃ فی صفقتہ وبیعہ، فکسب مالاً عظیماً، وکان من أغنی أھل الکوفۃ، وولی لبنی أمیۃ بالکوفۃ، وکانوا یمیلون إلیہ، ویثقون بہ، وکان ھواہ معھم، وشھد القادسیۃ، وأبلی فیھا .....عن عمرو بن حریث قال :ذھب بی أخی سعید بن حریث إلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو یقسم ذھباً، فأعطانی قطعۃ، فقلت :لا أجعلھا فی شیء إلا بورک لی فیہ، فجعلت آخرھا فی ھذہ الدار (اسد الغابۃ لابن الاثیر، ج۲، ص ۳۴۴ و ۳۴۵)

[2] قال محمد بن عمر :قبض النبی، صلی اللہ علیہ وسلم، وعمرو بن اثنتی عشرۃ سنۃ .قال :وقال الفضل بن دکین أبو نعیم :نزل عمرو بن حریث الکوفۃ وابتنی بھا دارا إلی جانب المسجد وھی کبیرۃ مشھورۃ فیھا أصحاب الخز الیوم .قال محمد بن سعد :وکان زیاد بن أبی سفیان إذا خرج إلی البصرۃ استخلف علی الکوفۃ عمرو بن خریث (الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج۶، ص ۲۳)

www.idaraghufran.org

حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ کے اس مکان میں دکان حاصل کرنے کی بہت کوشش کی جاتی تھی، کیونکہ اس مکان کی ہر دکان میں اسی طرح خیر و برکت ہوا کرتی تھی، تاجر بہت جلد مالدار ہوجایا کرتے تھے، اور تاریخ سے معلوم ہوتا کہ یہاں بہت بعد تک ریشمی اور سوتی کپڑے فروخت ہوتے رہے، جیسا کہ ابنِ سعد کے حوالہ سے گزرا۔

خرید وفروخت میں دیانت داری اور صفائی معاملات

امام صاحب اپنی تجارتی مصروفیات، خرید وفروخت اور لین دین میں دیانت داری اور صفائی معاملات کے بہت پابند تھے، اگر کسی چیز میں کوئی عیب ونقص وغیرہ ہوتا، تو بتایا دیا کرتے تھے، اور اپنا مال کبھی تعریف کرکے نہیں فروخت کیا کرتے تھے، بلکہ اگر کبھی کوئی نوکر وغیرہ تعریف کربھی دیتا، تو سخت ناراضگی کا اظہار فرماتے، اور اتنی قیمت یا تو صدقہ کردیتے یا پھر اس کپڑے کو کم قیمت میں فروخت کیا کرتے تھے، یہ بات تو معلوم ہے کہ آپ اکثر اپنے مال میں سے صدقہ وغیرہ نکالا کرتے تھے، لیکن پھر بھی اگر کوئی غریب شخص کوئی ضرورت کی چیز لینے آتا، تو انتہائی سستے داموں فروخت کردیتے تھے، اور علماء وصلحاء اور اساتذہ اور شاگردوں اور دین کا علم حاصل کرنے والوں سے نفع نہیں لیا کرتے تھے، بلکہ ان کی طرف سے اپنے مال میں سے کچھ رقم یا سامان کاروبار میں لگا دیا کرتے تھے، اور پھر نفع سمیت ان کو لوٹا دیتے تھے۔

ذیل میں خرید وفروخت میں دیانت داری اور صفائی معاملات کے کچھ واقعات نقل کیے جاتے ہیں۔

حفص بن عبدالرحمٰن امام صاحب کے شریکِ تجارت تھے، آپ ان کے یہاں مال روانہ کیا کرتے تھے، حفص فروخت کیا کرتے تھے، ایک مرتبہ مال بھیجا، اور ان کو بتایا کہ کپڑوں کے فلاں فلاں تھان میں عیب ہے، جب بیچو تو گاہک کو بتا دینا، مگر ابوحفص کے ذہن سے یہ بات نکل گئی اور انہوں نے وہ تھان گاہک کو عام قیمت پر بیچ دیا، تو جب خریدار کا پتہ نہ چل سکا، تو امام صاحب نے اس تھان کی پوری قیمت صدقہ کردی۔ [1]

ایک شخص نے امام صاحب سے ایک خاص رنگ کا ریشمی کپڑا خریدنا چاہا، امام صاحب نے کہا کہ انتظار کرو،

---

[1] علی بن حفص البزاز قال: كان حفص بن عبد الرحمن شريک أبی حنيفة، وكان أبو حنيفة يجهز عليه، فبعث إليه فی رفقة بمتاع وأعلمه أن فی ثوب كذا وكذا عيبا فإذا بعته فبين، فباع حفص المتاع ونسی أن يبين ولم يعلم ممن باعه، فلما علم أبو حنيفة تصدق بثمن المتاع كله (تاريخ بغداد للخطيب بغدادی، ج۱۳، ۳۵۶)

www.idaraghufran.org

ایسا کپڑا آجائے گا تو تمہارے لیے الگ سے رکھ دوں گا، پھر تم مجھ سے لے لینا، ایک ہفتہ نہیں گزرا کہ مطلوبہ کپڑا دکان پر آ گیا، پھر وہ شخص دکان کی طرف سے گزرا، تو آپ نے اس کو بلا کر کہا کہ آپ کی پسند کا کپڑا آ گیا ہے، اس شخص نے قیمت دریافت کی، تو آپ نے ایک درہم بتائی، اس نے مذاق سمجھا اور اتنی کم قیمت پر تعجب کرنے لگا، آپ نے فرمایا میں نے ایسے دو کپڑے بیس دینار اور ایک درہم میں خریدے تھے، ایک کپڑا بیس دینار کا فروخت ہوگیا، اور اس طرح میرے رأس المال (قیمت خرید) میں ایک درہم کی کمی رہ گئی، تو یہ دوسرا آپ کپڑا لے لو، اور ایک درہم دے دو (اور اس طرح نفع تو درکنار بس قیمتِ خرید پوری ہوجائے کہ) میں اپنے احباب سے نفع نہیں لیا کرتا۔ [1]

وکیع فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میری شادی کی بات چیت مکمل ہوگئی ہے، اور مجھے دو کپڑوں کے جوڑے کی ضرورت ہے، تاکہ میں ان کو پہن کر اپنی ضرورت پوری کرسکوں، اس لیے مجھ پر احسان کریں، اور مجھے دو کپڑے عنایت کردیجئے۔

آپ نے اسے دو ہفتوں کے بعد بلایا، جب وہ آیا تو آپ نے اسے بیس دینار سے زائد کے دو جوڑے اور ساتھ ایک دینار الگ سے دیا، اس کی حیرت وتعجب کو دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ میں نے تمہارے نام سے کچھ سامان بغداد بھیجا تھا، ان کو فروخت کرکے تمہارے کپڑے خریدے گئے، اور ایک دینار بچ گیا، تو ان کو لے لو، ورنہ میں ان کپڑوں کو فروخت کرکے، قیمت اور یہ ایک دینار صدقہ کردوں گا، جب لوگوں نے اس سب واقعہ کی صورتِ حال اور وجہ معلوم کرنا چاہی، تو آپ نے فرمایا کہ اس شخص نے مجھ سے آ کر کہا کہ مجھ پر احسان کریں، اس لیے کہ میرے استاذ عطاء بن ابی رباح، حضرت عبداللہ بن عباس کا یہ قول بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی آدمی اپنے مسلمان بھائی سے کہے کہ مجھ پر احسان کرو، تو گویا کہ اس نے اپنے بھائی کو اپنے راز کا امین (یعنی امانت دار) بنادیا، اس لیے میں اس شخص کے ساتھ زیادہ سے زیادہ حسنِ سلوک اور

---

[1] أبو سعيد الكندى قال :كان ابو حنيفة يبيع الخز، فجاء ه رجل فقال :يا أبا حنيفة قد احتجت إلى ثوب خز .فقال :ما لونه؟ فقال :كذا وكذا فقال له :اصبر حتى يقع وآخذه لك إن شاء الله .قال :فما دارت الجمعة حتى وقع، فمر به الرجل فقال له أبو حنيفة قد وقعت حاجتك، قال :فأخرج إليه الثوب فأعجبه فقال :يا أبا حنيفة كم أزن للغلام؟قال :درهما، قال يا أبا حنيفة ما كنت أظنك تهزأ؟ قال :ما هزأت إني اشتريت ثوبين بعشرين دينارا ودرهم، وإني بعت أحدهما بعشرين دينارا وبقى هذا بدرهم وما كنت لا ربح على صديق (تاريخ بغداد للخطيب بغدادى، ج١٣، ٣٥٩)

www.idaraghufran.org

احسان کا معاملہ کرنا چاہتا ہوں۔ [1]

اور وکیع کا ہی بیان ہے کہ ایک دفعہ میں امام صاحب کی دکان پر بیٹھا ہوا تھا، ایک بوڑھی عورت ریشمی کپڑا فروخت کرنے آئی، امام صاحب نے قیمت دریافت کی، تو اس عورت نے سو درہم بتائی، آپ نے فرمایا یہ سو درہم سے زیادہ کا کپڑا ہے، اس نے دو سو درہم بتائے، فرمایا یہ بھی کم ہے، اس نے تین سو پھر چار سو درہم تک قیمت بتائی، آپ یہی فرماتے رہے کہ یہ بھی کم ہیں، بوڑھی عورت سمجھی آپ کے مذاق کر رہے ہیں، غرضیکہ آپ نے وہ کپڑا پانچ سو درہم میں خریدا۔ [2]

معلوم ہوا کہ آپ خرید و فروخت اور لین دین کے معاملات میں انتہائی راست گوئی، دوسروں کے ساتھ شفقت، احسان اور حسنِ سلوک سے کام لیا کرتے تھے، اور ان کی ضروریات کے مطابق ان کے ساتھ برتاؤ کیا کرتے تھے، اور کتاب وسنت کی تعلیم اور فقہ کی تدوین کے ساتھ ساتھ آپ تجارتی مصروفیات کو بھی احسن طریقہ سے انجام دیا کرتے تھے۔

اور دینی مشاغل کے ساتھ ساتھ حلال اور جائز ذریعہ معاش اختیار کرنا صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور بزرگانِ دین کا طریقہ رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اپنی اتباع اور انبیاء اور سلفِ صالحین کے طریقے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین

---

[1] مليح قال ثنا أبى قال جاء رجل إلى أبى حنيفة فقال احتجت إلى ثوبين أريد ان تحسن إلى فيهما فإنى أريد ان اتجمل بهما عند رجل قد صاهرنى فقال اصبر لى جمعتين فصبر له ثم عاد فقال له عد إلى غدا فأخرج إليه من الغد ثوبين قيمتهما أكثر من عشرين دينارا ومعهما دينار فقال ما هذا قال بعثت ببضاعة بإسمک إلى بغداد وضمنت خطر الطريق فبيعت ورفعت لک هذين الثوبين فجاء رأس المال و دينار فإن قبلت ذلک وإلا بعتهما وتصدقت عنک بثمنهما والدينار فقيل له فى ذلک فقال إنه قال لى أحسن إلى وإن عطاء حدثنى عن ابن عباس قال إذا قال الرجل لأخيه المسلم أحسن إلى فقد أئتمنه على سره وأحب رفقه بكل شيء قدرت عليه من الاحسان إليه وأحببت أن يسلم مالى بما سألنى من الإحسان إليه (اخبار ابى حنيفة و اصحابه، ص ۵۸)

[2] مليح بن وكيع قال قال لأن أبى كنت عند أبى حنيفة فأتت امرأة بثوب خز فقالت له بعه لى فقال بكم قيل لک تبيعينه قالت بمائة قال هو خير من مائة حتى قال كم تقولين فزادت مائة حتى قالت أربعمائة قال هو خير قالت تهزأ بى قال هاتى رجلا فجاء ت برجل فاشتراه بخمسمائة درهم (اخبار ابى حنيفة و اصحابه، ص ۵۰)

www.idaraghufran.org

تذکرۂ اولیاء — حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (قسط:6) — مفتی محمد ناصر

اولیاءِ کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی امتیازی شان

اس امت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا درجہ اور مقام ہے، آپ رضی اللہ عنہ نہایت عمدہ، امتیازی خصوصیات اور صفات کے حامل تھے، چنانچہ ایمان اور دین میں تو آپ بلند مرتبہ پر فائز تھے ہی، عقل اور رائے میں بھی آپ کی شان نمایاں تھی، اس طرح آپ رضی اللہ عنہ کی ذات بابرکات گوناگوں صفات کی حامل تھی، احادیثِ مبارکہ میں بھی آپ کے کئی فضائل ومناقب ذکر ہوئے ہیں۔

چنانچہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :لَوْ كَانَ نَبِيٌّ بَعْدِي لَكَانَ عُمَرَ بْنَ الخَطَّابِ (ترمذی، رقم الحديث ٣٦٨٦، مسند احمد، رقم الحديث ١٧٤٠٥، مستدرك حاكم، رقم الحديث ٤٤٩٥، المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ٨٢٢) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن خطاب ہوتے (ترمذی، مسند احمد، حاکم، طبرانی)

قرآن مجید اور احادیثِ مبارکہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرمایا گیا ہے، اور نبوت کا دروازہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بند ہو چکا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی نبوت کے مقام پر فائز نہیں ہو سکتے اور نہ صاحبِ وحی بن سکتے تھے، لیکن ان میں بعض صفات اور خصوصیات ایسی تھیں جو انبیائے کرام کے علاوہ دوسرے تمام انسانوں کے درمیان ان کی حیثیت کو ممتاز، منفرد اور نمایاں کرتی تھیں، مثلاً اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو الہام ہوتا تھا، وغیرہ (کذا فی فیض القدیر للمناوی، تحت رقم الحدیث ٧٤٧٠)

مذکورہ حدیث کے مضمون پر مشتمل بعض اور روایات بھی ہیں، مگر ان میں سے بعض کی سند کو ضعیف یا شدید

---

[1] قال الترمذي: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ مِشْرَحِ بْنِ هَاعَانَ .
قال الحاكم: هذا حديث صحيح الإسناد، ولم يخرجاه.
وقال الذهبي: صحيح.

ضعیف قرار دیا گیا ہے۔ [1]

اذان کی ابتداء میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لائے، اور نماز باجماعت ادا کرنے کے لئے مسجد بنائی گئی، تو ضرورت محسوس ہوئی کہ جماعت کا وقت قریب ہونے کی عام اطلاع دینے کے لئے کوئی خاص طریقہ اختیار کیا جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں صحابۂ کرام سے مشورہ کیا، ہرایک نے اپنی رائے کے مطابق مشورہ دیا، بعضوں نے کہا کہ اس کے لئے کوئی خاص جھنڈا بلند کیا جایا کرے، کسی نے رائے دی کہ بلند جگہ آگ روشن کردی جایا کرے، کسی نے مشورہ دیا کہ

[1] عن ابن عباس، عن أخيه الفضل، رضى الله عنهما وعن أبيهما، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: عمر معى وأنا مع عمر، والحق بعدى مع عمر حيث كان (فضائل الخلفاء الأربعة وغيرهم لأبى نعيم الأصبهانى، رقم الحديث ١١، المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ١٨ ٧، المعجم الاوسط للطبراني، رقم الحديث ٢٩ ٢ ٢، دلائل النبوة للبيهقى، جزء٧، صفحه ١٨٠، باب ما روى فى خطبة رسول الله صلى الله عليه وسلم من بذله نفسه وماله بحق إن كان لأحد قبله حتى يلقى الله تعالى، وليست لأحد عنده مظلمة، وما ذكر بها لعمر بن الخطاب (رضى الله عنه)

قال الهيثمى: وفى إسناد أبى يعلى عطاء بن مسلم، وثقه ابن حبان وغيره، وضعفه جماعة، وبقية رجال أبى يعلى ثقات، وفى إسناد الطبرانى من لم أعرفهم (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٤٢٥٢، كتاب علامات النبوة)

عن أبى سعيد الخدرى، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أبغض عمر فقد أبغضنى، ومن أحب عمر فقد أحبنى، عمر معى حيث حللت، وأنا مع عمر حيث حل، وعمر معى حيث أحببت، وأنا مع عمر حيث أحب. قال الشيخ: وهذا الحديث منكر بإسناده، لا أعلم رواه غير أحمد بن بكر هذا عن حجاج (الكامل فى ضعفاء الرجال، ج ١، ص ٣٠٩، تحت ترجمة أحمد بن بكر ويقال: ابن بكرويه، أبو سعيد البالسى)

حدثنا محمد بن عبد الله بن سعيد الغزى، حدثنا ابن أبى السرى، حدثنا رشدين، حدثنا ابن لهيعة، عن ابن هاعان عن عقبة بن عامر، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لو لم أبعث فيكم نبيا لبعث عمر بن الخطاب نبيا.

قال الشيخ: وهذا الحديث قلب رشدين متنه وإنما متن هذا لو كان بعدى نبى لكان عمر بن الخطاب (الكامل فى ضعفاء الرجال، ج٤، ص ٨٠، و ٨١، تحت ترجمة رشدين بن سعد)

وعن أبى سعيد الخدرى قال: قال رسول الله – صلى الله عليه وسلم –: " لو كان الله باعثا رسولا بعدى لبعث عمر بن الخطاب ." رواه الطبرانى فى الأوسط، وفيه عبد المنعم بن بشير، وهو ضعيف (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٤٤٣٤ باب قول النبى صلى الله عليه وسلم لو كان بعدى نبى)

جس طرح یہویوں کے عبادت خانوں میں بگل بجایا جاتا ہے،اسی طرح نماز کی طرف بلانے کے لئے بگل بجایا جائے،کسی نے کہا کہ عیسائیوں کی طرح ناقوس (یعنی گھنٹی نما چیز) بنالی جائے،شروع میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ناقوس تیار کرنے کا حکم فرمادیا،لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسے پسند نہیں فرمارہے تھے، بلکہ اس سلسلہ میں فکر مند تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فکر مند دیکھ کر صحابہ کرام بھی فکر مند تھے،اسی دوران حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ رائے دی کہ باجماعت نماز کی طرف بُلانے کے لئے ایک آدمی مقرر کردینا چاہیئے،اس رائے کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا،اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کے لئے مقرر کردیا۔

چنانچہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ الْمُسْلِمُونَ حِينَ قَدِمُوا الْمَدِينَةَ يَجْتَمِعُونَ فَيَتَحَيَّنُونَ الصَّلَاةَ لَيْسَ يُنَادَى لَهَا، فَتَكَلَّمُوا يَوْمًا فِي ذَلِكَ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ :اتَّخِذُوا نَاقُوسًا مِثْلَ نَاقُوسِ النَّصَارَى وَقَالَ بَعْضُهُمْ :بَلْ بُوقًا مِثْلَ قَرْنِ الْيَهُودِ، فَقَالَ عُمَرُ :أَوَلَا تَبْعَثُونَ رَجُلًا يُنَادِي بِالصَّلَاةِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :يَا بِلَالُ قُمْ فَنَادِ بِالصَّلَاةِ (بخاری، رقم الحديث ۶۰۴، مسند احمد، رقم الحديث ۶۳۵۷)

ترجمہ: مسلمان جب مدینہ آئے تھے تو نماز کیلئے نماز کے وقت کا اندازہ کر کے جمع ہوجاتے تھے،اس وقت تک نماز کے لئے اعلان نہ ہوتا تھا،ایک دن مسلمانوں نے اس بارے میں گفتگو کی کہ کوئی اعلان ضرور ہونا چاہیئے،بعض نے کہا کہ نصارٰی کے ناقوس کی طرح ایک گھنٹی بنالو،اور بعض نے کہا کہ بلکہ یہود کے سینگ کی طرح کا بگل بنالو،حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیوں نہ ایک آدمی مقرر کردیں، جو نماز کے لئے بُلایا کرے،تو رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے بلال! اٹھو اور نماز کے لئے لوگوں کو بُلاؤ (بخاری،مسند احمد)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بیٹے ابوعمیر اپنے بعض چچاؤں سے روایت کرتے ہیں، جو انصاری صحابہ میں سے تھے کہ:

اهْتَمَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلصَّلَاةِ كَيْفَ يَجْمَعُ النَّاسَ لَهَا، فَقِيلَ لَهُ: انْصِبْ رَايَةً عِنْدَ حُضُورِ الصَّلَاةِ فَإِذَا رَأَوْهَا آذَنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا، فَلَمْ يُعْجِبْهُ ذَلِكَ، قَالَ: فَذُكِرَ لَهُ الْقُنْعُ – يَعْنِي الشَّبُّورَ وَقَالَ زِيَادٌ: شَبُّورُ الْيَهُودِ – فَلَمْ يُعْجِبْهُ ذَلِكَ، وَقَالَ: هُوَ مِنْ أَمْرِ الْيَهُودِ قَالَ: فَذُكِرَ لَهُ النَّاقُوسُ، فَقَالَ: هُوَ

www.idaraghufran.org

مِنْ أَمْرِ النَّصَارَى فَانْصَرَفَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ رَبِّهِ وَهُوَ مُهْتَمٌّ لِهَمِّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأُرِيَ الْأَذَانَ فِي مَنَامِهِ، قَالَ: فَغَدَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْبَرَهُ، فَقَالَ لَهُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي لَبَيْنَ نَائِمٍ وَيَقْظَانَ، إِذْ أَتَانِي آتٍ فَأَرَانِي الْأَذَانَ، قَالَ: وَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَدْ رَآهُ قَبْلَ ذَلِكَ فَكَتَمَهُ عِشْرِينَ يَوْمًا، قَالَ: ثُمَّ أَخْبَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ: مَا مَنَعَكَ أَنْ تُخْبِرَنِي؟، فَقَالَ: سَبَقَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ، فَاسْتَحْيَيْتُ (ابو داؤد، رقم الحديث ٤٩٨)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کوفکر ہوئی کہ لوگوں کونماز کے لئے کس طرح جمع کیا جائے، کسی نے کہا کہ نماز کے وقت ایک جھنڈا بلند کردیا جائے جواس کو دیکھے گا وہ دوسرے کوخبر کردے گا، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تجویز پسند نہ آئی،کسی نے کہا کہ ایک بگل بنوالیجئے جیسے یہودیوں کے یہاں ہوتا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی پسند نہیں فرمایا،اور فرمایا کہ یہ یہودیوں کا طریقہ ہے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ناقوس (یعنی گھنٹی) کا ذکر کیا گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ عیسائیوں کا طریقہ ہے،عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ واپس آ گئے لیکن وہ بھی اس فکر میں رہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے، پس خواب میں ان کواذان سنائی گئی، اگلے دن صبح کوانہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اللہ کے رسول! میں خواب اور بیداری کی سی حالت میں تھا کہ ایک شخص آیا اوراس نے مجھے اذان سکھائی، راوی کہتے ہیں کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی اس سے پہلے اذان کوخواب میں دیکھ چکے تھے، پھر بیس دن تک انہوں نے اپنا خواب چھپائے رکھا اور اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ آپ کوخواب بیان کرنے سے کس چیز نے روک رکھا تھا؟ عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ عبداللہ بن زید نے مجھ سے پہلے خواب بیان کردیا تھا، اس لئے اس کے بعد بیان کرنے میں مجھے شرم محسوس ہوئی (ابوداؤد)

اسی کے ساتھ ایک حدیث میں اذان کے الفاظ بھی ذکر ہوئے ہیں، کہ ان الفاظ کے ساتھ لوگوں کونماز باجماعت کی طرف بُلایا جائے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

لَـمَّـا أَمَـرَ رَسُـولُ الـلـهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاقُوسِ لِيُضْرَبَ بِهِ لِلنَّاسِ فِي الْـجَـمْـعِ لِلصَّلَاةِ طَافَ بِي وَأَنَا نَائِمٌ رَجُلٌ يَحْمِلُ نَاقُوسًا فِي يَدِهِ، فَقُلْتُ لَهُ: يَا عَبْـدَ الـلـهِ أَتَبِيـعُ النَّاقُوسَ؟ قَالَ: مَـا تَـصْـنَـعُ بِهِ؟ قَالَ: فَـقُلْـتُ: نَـدْعُـو بِهِ إِلَى الصَّلَاةِ، قَالَ: أَفَلَا أَدُلُّكَ عَلَى مَا هُوَ خَيْرٌ مِنْ ذَلِكَ؟ قَالَ: فَقُلْتُ لَهُ: بَلَى، قَالَ: تَـقُـولُ اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَـدُ أَنْ لَا إِلَـهَ إِلَّا الـلـهُ، أَشْهَـدُ أَنَّ مُـحَـمَّـدًا رَسُولُ اللهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُـولُ اللهِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، حَيَّ عَلَى الْـفَلَاحِ، الـلـهُ أَكْبَـرُ الـلـهُ أَكْبَـرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، ثُمَّ اسْتَأْخَرَ غَيْرَ بَعِيدٍ ثُمَّ قَالَ: تَقُولُ: إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ، اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُـحَـمَّـدًا رَسُـولُ الـلـهِ، حَيَّ عَـلَـى الـصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، قَدْ قَامَتِ الـصَّلَاـةُ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، فَلَمَّا أَصْبَحْتُ أَتَيْـتُ رَسُـولَ الـلـهِ صَـلَّـى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ بِمَا رَأَيْتُ، فَقَالَ: " إِنَّهَا لَـرُؤْيَا حَقٌّ إِنْ شَاءَ اللهُ، فَقُمْ مَعَ بِلَالٍ فَأَلْقِ عَلَيْهِ مَا رَأَيْتَ فَلْيُؤَذِّنْ بِهِ، فَإِنَّهُ أَنْدَى صَوْتًا مِنْكَ "،قَالَ: فَـقُـمْـتُ مَـعَ بِلَالٍ فَجَعَلْتُ أُلْقِيهِ عَلَيْهِ وَيُؤَذِّنُ بِهِ، قَالَ: فَسَـمِـعَ بِـذَلِكَ عُـمَـرُ بْـنُ الْـخَـطَّابِ وَهُوَ فِي بَيْتِهِ فَخَرَجَ يَجُرُّ رِدَائَهُ يَقُولُ: وَالَّـذِي بَـعَثَكَ بِـالْـحَـقِّ، لَقَدْ رَأَيْتُ مِثْلَ الَّذِي أُرِيَ، قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " فَلِلَّهِ الْحَمْدُ (مسند احمد، رقم الحديث ١٦٤٧٨، إسناده حسن، ورقم الحديث ١٦٤٧٧، ابوداؤد، رقم الحديث ٤٩٩، باب كيف الاذان)

ترجمہ: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز کے لئے جمع کرنے کے طریقہ کار میں ناقوس بجانے پر اتفاق رائے کرلیا(اگر چہ عیسائیوں کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ طریقہ پسند نہ تھا) تو رات کوخواب میں میرے(یعنی عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کے) پاس ایک آدمی آیا،اوراس نے ہاتھ میں ناقوس اٹھا رکھا تھا، میں نے اس سے پوچھا کہ اے اللہ کے بندے! کیا آپ ناقوس بیچو گے؟اس نے کہا کہ آپ اس کا کیا کرو گے؟ میں نے

کہا کہ ہم اسے بجا کرلوگوں کونماز کی طرف بُلایا کریں گے،اس نے کہا کہ کیا میں آپ کواس سے بہتر طریقہ نہ بتادوں؟ میں نے کہا کیوں نہیں۔اس نے کہا کہ آپ یوں کہا کرو۔

اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ، اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ.

پھراس آدمی نے کچھ دیر ٹھہر کرکہا کہ جب نماز کھڑی ہونے لگےتو آپ یوں کہا کرو:

اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ.

جب صبح ہوئی تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنا خواب بیان کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ خواب سچا ہے انشاء اللہ، آپ بلال کے ساتھ کھڑے ہوکر انہیں یہ کلمات بتاتے جائیں، اور وہ اذان دیتے جائیں، کیونکہ بلال کی آواز آپ سے زیادہ اونچی ہے، چنانچہ میں حضرت بلال کے ساتھ کھڑا ہوگیا، میں انہیں یہ کلمات بتاتا جاتا اور وہ اذان دیتے جاتے تھے، حضرت عمر بن خطاب نے اپنے گھر میں جب اذان کی آواز سنی تو چادر گھسیٹتے ہوئے نکلے اور کہنے لگے کہ اس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، میں نے بھی اسی طرح کا خواب دیکھا ہے، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فللّٰہِ الحمد (یعنی تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں) (مسند احمد، ابوداؤد)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی طرح حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بھی یہی خواب دیکھا تھا، جس میں اذان کے الفاظ کی تعلیم دی گئی تھی۔

مذکورہ حدیث میں اقامت کے اندر اللّٰہ أکبر، اللّٰہ أکبر، أشهد أن لا إله إلا اللّٰه، أشهد أن محمدا رسول اللّٰه، ایک ایک مرتبہ مذکور ہیں، جبکہ بعض دوسری احادیث میں اذان کی طرح اقامت میں بھی اللّٰہ أکبر، اللّٰہ أکبر، أشهد أن لا إله إلا اللّٰه، أشهد أن محمدا رسول اللّٰه، کے

کلمات دو، دومرتبہ آئے ہیں، محدثین نے اس سلسلہ میں مختلف تشریحات اور توجیہات بیان کی ہیں، بعض ائمہ نے اپنے اصول اور اپنی معلومات کی بناء پر ایک ایک دفعہ والی روایات کو ترجیح دی ہے، اور بعض نے دوسری قسم کی روایات کو، لیکن اس میں شبہ نہیں کہ اقامت کی یہ دونوں صورتیں ثابت ہیں، اور ائمہ کے مابین اختلاف صرف ترجیح اور افضلیت میں ہوسکتا ہے (کذافی ''معارف الحدیث'' ج۳ص۹۵) [1]

---

[1] أن أبا محذورة حدثه، أن رسول الله – صلى الله عليه وسلم – علمه الأذان تسع عشرة كلمة، والإقامة سبع عشرة كلمة، الأذان: الله أكبر، الله أكبر، الله أكبر، الله أكبر، أشهد أن لا إله إلا الله، أشهد أن لا إله إلا الله، أشهد أن محمدا رسول الله، أشهد أن محمدا رسول الله، أشهد أن لا إله إلا الله، أشهد أن لا إله إلا الله، أشهد أن محمدا رسول الله، أشهد أن محمدا رسول الله، حي على الصلاة، حي على الصلاة، حي على الفلاح، حي على الفلاح، الله أكبر، الله أكبر، لا إله إلا الله، والإقامة: الله أكبر، الله أكبر، الله أكبر، الله أكبر، أشهد أن لا إله إلا الله، أشهد أن لا إله إلا الله، أشهد أن محمدا رسول الله، أشهد أن محمدا رسول الله، حي على الصلاة، حي على الصلاة، حي على الفلاح، حي على الفلاح، قد قامت الصلاة، قد قامت الصلاة، الله أكبر، الله أكبر، لاإله إلا الله (ابوداوٗد، رقم الحديث ۵۰۲)

قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح بطرقه، وهذا إسناد حسن.

Idara Ghufran

پیارے بچو! مولانا محمد ریحان

فضول گوئی کا انجام

پیارے بچو! زبان بھی کیا خوب نعمت ہے، انسان کی زبان میں اللہ تعالیٰ نے بولنے کی قوت بخشی ہے، انسان کے علاوہ باقی جانداروں میں بولنے کی ایسی واضح، صاف اور مکمل قوت نہیں، انسان پر یہ اللہ کی خصوصی نعمت ہے، جو ہمیں اس قابل بناتی ہے کہ ہم اپنے دل کے خیالات، احساسات، کیفیات اور اپنی حاجات وضروریات کا دوسروں کے سامنے اظہار کرسکیں، اور اپنے دماغ میں محفوظ علوم وتجربات دوسرے کے سامنے پیش کر کے، بیان کر کے ان کے دماغ میں علوم ومعلومات وتجربات سے بھر سکیں، اور دوسرے بھی اپنے دل ودماغ میں بھرے ہوئے یہ سب خزانے ہمارے سامنے رکھ سکیں، اس طرح انسانی خوب ایک اور انسانی سوسائٹی ایک مکمل اور متمدن زندگی گزارنے کے قابل ہو جاتی ہے۔

درسگاہوں اور تعلیمی اداروں میں استاد اور ٹیچر کی زبان سے نشر ہونے والے لیکچر اور بیانات ان ننھے منے زیرِ تعلیم بچوں کو جو صاف اور خالی دل ودماغ لے کر درسگاہ میں تعلیم گاہ میں داخل ہوتے ہیں، ایک دن سکالر، ڈاکٹر، انجینئر، دانش ور، سائنسدان، فلسفی اور ماہر علوم وفنون بنا دیتے ہیں۔

ذرا تصور کرو، یہ انسانی دنیا گونگے، بہرے لوگوں سے آباد ہوتی، تو زندگی اتنی ترقی یافتہ اور انسانی سوسائٹی اتنی مکمل اور خوشگوار کیونکر ہوسکتی، جیسے اب وہ ہے۔

لیکن ہر نعمت کی طرح بولنے کی نعمت کی بھی کچھ حدود وقیود ہیں، جن میں رہتے ہوئے ہی بولنا مفید ہوسکتا ہے، بلاضرورت اور فضول بولنا بری عادت ہے، اور انسان کو برے دن دکھاتی ہے، اور پھر قیامت کے دن زبان سے جو کچھ ساری زندگی بولتے رہیں، اس کا حساب بھی دینا ہے، آخر اسی زبان سے جھوٹ، چغلی، گالی گلوچ، غیبت، بدتمیزی، بدزبانی بھی کی جاتی ہے، جو ظاہر ہے کہ زبان کا غلط استعمال ہے، اور بولنے کی یہ قسمیں گناہ میں داخل ہیں، جن سے ہمیں بچنا چاہیے، اس لیے عقلمندوں نے کہا ہے: ’’پہلے تولو، پھر بولو‘‘

پیارے بچو! آج آپ کو فضول بولنے کے برے انجام کا ایک عبرت بھرا واقعہ سناتے ہیں۔

ایک بہت بہادر شکاری تھا، اسے بے سوچے سمجھے بولنے کی اور ہر دیکھی بھالی بات یا واقعہ فوراً آگے نقل کرنے کی عادت تھی، اس کا نام کاگو تھا۔ اس کے پاس ایک تلوار اور ایک نیزہ تھا جس سے وہ شیر کا شکار کیا

کرتا تھا۔ایک دن وہ جنگل میں شکار کرنے گیا تھا کہ اچانک اسے ایک کھوپڑی نظر آئی۔وہ اس کھوپڑی کے قریب آیا، تو دیکھا کہ وہ انسانی کھوپڑی ہے، وہ عبرت کی نظر سے اسے دیکھ رہا تھا کہ یہ بھی کبھی میری طرح جیتا جاگتا، زندگی سے لطف اٹھاتا انسان ہوگا، یہ اسی سوچ وفکر میں تھا، اور خیالوں میں اتنا کھویا ہوا تھا کہ خیال ہی خیال میں کھوپڑی کو مخاطب کر کے پوچھنے لگا: تم یہاں کیسے آئی؟ کھوپڑی کو اللہ نے جواب دینے کی طاقت عطا کی، وہ کھوپڑی بول پڑی: فضول گوئی اور بولنے نے مجھے یہاں پہنچادیا۔

How did you come here Talking brought me here

شکاری کو اس کی بات سمجھ نہ آئی اور جھٹ سے گھر دوڑ آیا۔اب اس عجیب واقعہ پر اسے انعام کے لالچ نے بادشاہ کے دربار میں پہنچادیا۔بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: بادشاہ سلامت میں نے ایک باتیں کرنے والی کھوپڑی دیکھی ہے۔بادشاہ کچھ دیر خاموش رہا پھر کہا: جب سے میری ماں نے مجھے جنا ہے، میں نے نہ تو بولنے والی کھوپڑی دیکھی اور نہ ہی ایسی کسی چیز کے بارے میں سنا ہے۔

اب بے چارے شکاری کو تو انعام کی امید بادشاہ کے دربار میں لے آئی تھی، لیکن یہاں ماجرا یہ ہوا کہ بادشاہ نے اپنے سپاہیوں کو بلایا اور کہا: تم میں سے دو سپاہی اس کے ساتھ جاؤ اور جا کر بولنے والی کھوپڑی کھوج لاؤ۔اگر کھوپڑی مل گئی تو ٹھیک ورنہ اس کو ادھر ہی مار ڈالنا۔بادشاہ نے اس سخت فیصلے اور حکم کے ساتھ کھوپڑی کی تلاش میں شکاری کے ساتھ اپنے دو سپاہی روانہ کیے۔

اب تو شکاری کی جان پر آبنی تھی۔انعام کا تو دور دور تک نام نہیں بلکہ اب تو جان کے لالے پڑ گئے تھے۔ لمبا چوڑا سفر کر کے، تکلیفیں اٹھا کر شکاری ان سپاہیوں کے ساتھ اس جنگل میں آ پہنچا۔جنگل کا کونا کونا چھان مارا مگر کھوپڑی کا کوئی اتا پتا نہیں۔آخر وہ وقت آیا کہ کھوپڑی مل گئی۔شکاری فرط مسرت سے باغ باغ ہوگیا۔کھوپڑی سے پوچھا: تم یہاں کس طرح آئی؟ کھوپڑی خاموش۔پھر پوچھا: تم یہاں کس طرح آئی؟ پھر کھوپڑی خاموش۔شکاری نے جگر توڑ زور لگایا مگر کھوپڑی نے اپنا منہ نہ کھولا۔ایک دفعہ کھوپڑی سے سوال تو دوسری بار سوال سے پہلے سپاہیوں کی طرف نیم باز انکھیوں کی تاڑ۔سپاہیوں نے کہا: گھٹنوں کے بل جھک جاؤ۔شکاری کو نہ چاہتے ہوئے گھٹنوں کے بل جھکنا پڑا۔سپاہیوں نے بنا کچھ کہے شکاری کا سر قلم کر ڈالا اور واپس دربار کو ہو لیے۔

اب اس کھوپڑی نے اس مردہ شکاری سے پوچھا: تم یہاں کیسے آئے؟ مردہ شکاری کی کھوپڑی بولی: فضول گوئی اور بے سوچے سمجھے بولنے نے مجھے یہاں پہنچادیا۔

How did you come here? Talking brought me here

بزمِ خواتین

مفتی طلحہ مدثر

ازواج مطہرات کے نکاح (قسط8)

حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا سے نکاح

معزز خواتین! حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا خلیفہ ثانی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں، ان کا تعلق قریش کے قبیلے بنو عدی سے تھا جو عام طور پر قریش کے سفارتی امور انجام دیا کرتے تھے والد کی طرف سے سلسلہ نسب اس طرح ہے

حفصة بنت عمر بن الخطاب بن نفيل بن عبد العزى بن رياح بن عبد الله بن قرط بن رزاح بن عدى بن كعب .

اور والدہ کی طرف سے سلسلہ نسب یہ ہے

حفصه بنت زينب بنت مظعون بن حبيب بن وهب بن حذافة بن جمح

ان کی والدہ مشہور صحابی حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں (طبقات ابن سعد)

نبی علیہ السلام سے نکاح کرنے سے قبل یہ حضرت خنیس بن حذیفہ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں جو غزوہ بدر میں زخمی ہو گئے تھے اور پھر مدینہ میں انتقال ہوا تھا بعض حضرات نے غزوہ بدر کے بجائے غزوہ احد کا ذکر کیا ہے، جب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے شوہر حضرت خنیس رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے نکاح کی فکر لاحق ہوئی، انہوں نے پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے نکاح کی بات کی جن کے نکاح میں نبی علیہ السلام کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا تھیں جن کا انتقال ہو چکا تھا، حضرت عثمان نے کچھ وقت طلب کیا اور بعد میں عذر کر دیا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو نکاح کی پیشکش کی ان کی طرف سے بھی کوئی جواب نہیں ملا بلکہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے خاموشی اختیار کر لی جس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دکھ ہوا پھر جب بعد میں نبی علیہ السلام نے حضرت حفصہ سے نکاح فرمالیا تب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے واضح فرمایا کہ انہوں نے نبی علیہ السلام کے نکاح کے ارادے کی وجہ سے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، حِيْنَ تَأَيَّمَتْ حَفْصَةُ بِنْتُ عُمَرَ مِنْ خُنَيْسِ بْنِ حُذَافَةَ السَّهْمِيِّ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا، تُوُفِّيَ بِالْمَدِيْنَةِ، قَالَ عُمَرُ: فَلَقِيْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ، فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَفْصَةَ، فَقُلْتُ: إِنْ شِئْتَ أَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ، قَالَ: سَأَنْظُرُ فِيْ أَمْرِيْ، فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ، فَقَالَ: قَدْ بَدَا لِيْ أَنْ لَّا أَتَزَوَّجَ يَوْمِيْ هٰذَا، قَالَ عُمَرُ: فَلَقِيْتُ أَبَا بَكْرٍ، فَقُلْتُ: إِنْ شِئْتَ أَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ، فَصَمَتَ أَبُوْ بَكْرٍ فَلَمْ يَرْجِعْ إِلَيَّ شَيْئًا، فَكُنْتُ عَلَيْهِ أَوْجَدَ مِنِّيْ عَلٰى عُثْمَانَ، فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ ثُمَّ خَطَبَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنْكَحْتُهَا إِيَّاهُ فَلَقِيَنِيْ أَبُوْ بَكْرٍ فَقَالَ: لَعَلَّكَ وَجَدْتَ عَلَيَّ حِيْنَ عَرَضْتَ عَلَيَّ حَفْصَةَ فَلَمْ أَرْجِعْ إِلَيْكَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: فَإِنَّهٗ لَمْ يَمْنَعْنِيْ أَنْ أَرْجِعَ إِلَيْكَ فِيْمَا عَرَضْتَ، إِلَّا أَنِّيْ قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ ذَكَرَهَا، فَلَمْ أَكُنْ لِأُفْشِيَ سِرَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَوْ تَرَكَهَا لَقَبِلْتُهَا (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۴۰۰۵، کتاب المغازی)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب (ان کی بیٹی) حفصہ بیوہ ہو گئیں، اوران کے شوہر خنیس بن حذافہ سہمی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور بدر میں شرکت کرنے والے تھے، مدینہ میں انتقال کر گئے، تو میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ملا اور (اپنی بیوہ بیٹی) حفصہ کا ذکر کیا، اوران سے کہا کہ اگر تم چاہو تو میں ان کا نکاح تمہارے ساتھ کردوں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں غور کر کے جواب دوں گا، میں کئی رات ٹھہرا رہا، پھر ملاقات ہونے پر حضرت عثمان نے فرمایا کہ مجھے فی الحال نکاح کرنے پر اطمینان نہیں ہوا، پھر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملا اوران سے کہا کہ اگر آپ چاہیں، تو میں (اپنی بیوہ بیٹی) حفصہ کا نکاح آپ کے ساتھ کردوں، حضرت ابوبکر خاموش ہو گئے اور کوئی جواب نہیں دیا، مجھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اس سردمہری سے اس سے بھی زیادہ رنج ہوا، جتنا

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے انکار سے ہوا تھا، میں کئی راتیں ٹھہرا رہا کہ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے حفصہ کے نکاح کا پیغام بھیجا، میں نے فوراً ان کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کردیا، اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھ سے ملے تو کہنے لگے کہ شاید تمھیں میرا جواب نہ دینا ناگوار ہوا ہوگا، میں نے کہا کہ ایسا ہی ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ میں نے تمہیں اس وجہ سے جواب نہ دیا تھا کہ رسول اللہ کا ان کا تذکرہ کرنا میرے علم میں آیا تھا، اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز فاش نہیں کرنا چاہتا تھا، ہاں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حفصہ سے نکاح کا ارادہ ترک کردیتے تو میں ان سے نکاح کرلیتا (بخاری)

دیکھیے کتنی سادگی کے ساتھ نکاح کیا گیا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیوہ کا نکاح کرنا کوئی معیوب عمل نہیں جیسا کہ ہمارے معاشرے میں عام طور پر سمجھا جاتا ہے نیز یہ کہ لڑکی والوں کا خود سے کسی جگہ نکاح کا پیغام دینا بھی برا نہیں ہے بلکہ سنت سے ثابت ہے۔

حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کو ان کی بے انتہا صدقہ وخیرات کی بنا پر ام المساکین کہا جاتا تھا ان کا سلسلہ نسب یہ ہے:

زینب بنت خزيمة بن الحارث بن عبد الله بن عمرو بن عبد مناف بن هلال بن عامر بن صعصعة الهلالية.

یہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی ماں شریک بہن تھیں، یہ پہلے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں جو غزوہ احد میں شہید ہوگئے تھے اور بعض حضرات کے قول کے مطابق عبیدہ بن حارث بن مطلب کی زوجہ تھیں جو غزوہ بدر میں زخم لگنے کی وجہ سے شہید ہوگئے تھے (اسد الغابہ)

نبی علیہ السلام نے ان سے ۳ ہجری میں نکاح فرمایا تھا جس کے بعد یہ کچھ عرصہ ہی حیات رہیں، ازواج مطہرات میں سے صرف حضرت زینب کو یہ شرف حاصل ہے کہ نبی علیہ السلام نے آپ کا نماز جنازہ خود پڑھایا، کیونکہ نبی علیہ السلام کے ساتھ آپ کی رفاقت بہت کم رہی (۲ یا ۳ مہینے) اس لیے آپ کے تفصیلی حالات کتب سیرت میں دستیاب نہیں ہیں۔ (جاری ہے..........)

ریاکاری اورنام آوری جہاد جیسے عمل کو بھی ضائع کردیتی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

ترجمہ:ایک آدمی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول!ایک شخص اللہ کے راستہ میں جہاد کا ارادہ رکھتا ہے،اور وہ دنیا کے سامان میں سے کوئی سامان (مال، دولت یا عہدہ) حاصل کرنا چاہتا ہے،تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو کوئی اجروثواب حاصل نہیں ہوگا،تو اس بات کو لوگوں نے بہت بڑا سمجھا،اور انہوں نے اس شخص سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوبارہ سوال کرو،شاید آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا سوال صحیح طرح سمجھا نہیں سکے،پھر اس شخص نے دوبار سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول!ایک شخص اللہ کے راستہ میں جہاد کا ارادہ رکھتا ہے،اور وہ دنیا کے سامان میں سے کوئی سامان (مال، دولت یا عہدہ) حاصل کرنا چاہتا ہے،تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو کوئی اجروثواب حاصل نہیں ہوگا، پھر لوگوں نے اس شخص سے کہا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ پھر سوال کرو،تو اس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تیسری مرتبہ پھر یہ سوال کیا،اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تیسری مرتبہ بھی یہی فرمایا کہ اس کو کوئی اجر وثواب حاصل نہیں ہوگا(ابوداؤد،حدیث نمبر2516)

معلوم ہوا کہ اگر نیک عمل سے مقصود اللہ کی رضا نہ ہو،تو وہ عمل ضائع ہو جاتا ہے۔

www.idaraghufran.org

ریاکاری، دکھلاوے، نام آوری اور شہرت کی مذمت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جن لوگوں کا فیصلہ ہوگا وہ تین قسم کے لوگ ہوں گے، ایک تو وہ آدمی جو شہید ہوگا اسے لایا جائے گا، اللہ اس پر اپنے انعامات گنوائے گا وہ ان سب کا اعتراف کرے گا، اللہ پوچھے گا کہ پھر تو نے ان نعمتوں میں کیا عمل سرانجام دیا؟ وہ عرض کرے گا کہ میں نے آپ کی راہ میں قتال کیا، یہاں تک کہ میں شہید ہوگیا، اللہ فرمائے گا کہ تو جھوٹ بولتا ہے تو نے اس لئے قتال کیا تھا کہ تجھے بہادر کہا جائے سو وہ (تجھے دنیا میں) کہا جا چکا، اس کے بعد حکم ہوگا اور اسے چہرے کے بل گھسیٹتے ہوئے لے جا کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا، دوسرا وہ آدمی جس نے علم سیکھا اور سکھایا ہوگا اور قرآن پڑھ رکھا ہوگا، اسے لایا جائے گا، اللہ اس کے سامنے بھی اپنے انعامات شمار کروائے گا اور وہ ان سب کا اعتراف کرے گا، اللہ پوچھے گا کہ تو نے ان نعمتوں میں کیا عمل سرانجام دیا؟ وہ کہے گا کہ میں نے علم حاصل کیا اور تیری رضاء کے لئے دوسروں کو سکھایا اور تیری رضاء کے لئے قرآن پڑھا، اللہ فرمائے گا کہ تو جھوٹ بولتا ہے تو نے علم اس لئے حاصل کیا تھا کہ تجھے عالم کہا جائے، سو وہ کہا جا چکا اور تو نے قرآن اس لئے پڑھا تھا کہ تجھے قاری کہا جائے سو وہ (تجھے دنیا میں) کہا جا چکا، اس کے بعد حکم ہوگا اور اسے بھی چہرے کے بل گھسیٹتے ہوئے لے جا کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا، تیسرا وہ آدمی ہوگا جس پر اللہ نے کشادگی فرمائی اور اسے ہر قسم کا مال عطاء فرمایا ہوگا، اسے لایا جائے گا، اللہ اس کے سامنے اپنے انعامات شمار کروائے گا اور وہ ان سب کا اعتراف کرے گا اللہ پوچھے گا کہ پھر تو نے ان میں کیا عمل سرانجام دیا؟ وہ عرض کرے گا کہ میں نے آپ کے ہر پسندیدہ راستہ میں خرچ کیا تھا، اور ایسا کوئی راستہ نہیں چھوڑا تھا، اللہ فرمائے گا کہ تو جھوٹ بولتا ہے تو نے یہ کام اس لئے کیا تھا کہ تجھے بڑا سخی کہا جائے سو وہ (تجھے دنیا میں) کہا جا چکا، اس کے بعد حکم ہوگا اور اسے بھی چہرے کے بل گھسیٹتے ہوئے جہنم میں جھونک دیا جائے گا (مسند احمد، حدیث نمبر 8277)

آخرت جو باقی رہنے والی کو دنیا جو کہ فنا ہونے والی پر ترجیح دینے کا نبوی حکم

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أَحَبَّ دُنْيَاهُ أَضَرَّ بِآخِرَتِهٖ، وَمَنْ أَحَبَّ آخِرَتَهٗ أَضَرَّ بِدُنْيَاهُ، فَآثِرُوْا مَا يَبْقٰى عَلٰى مَا يَفْنٰى.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اپنی دنیا سے محبت کی، تو وہ اپنی آخرت کا ضرر کرے گا، اور جس نے اپنی آخرت سے محبت کی، تو وہ اپنی دنیا کا ضرر کرے گا، تو تم باقی رہنے والی چیز (یعنی آخرت) کو فنا ہونے والی چیز (یعنی دنیا) پر ترجیح دو (مسند احمد، حدیث نمبر19697)

مطلب یہ ہے کہ جو عمل آخرت کے لئے کیا جاتا ہے، تو اس کی وجہ سے بظاہر دنیا کا ضرر ہوتا ہے، مثلاً مال حاصل نہیں ہوتا، لہٰذا آخرت کو جو کہ باقی رہنے والی چیز ہے، دنیا پر جو کہ فنا ہونے والی ہے، ترجیح دینا چاہئے، پس جس طرح کسی عمل کا شریعت کے مطابق ہونا ضروری ہے، اسی طرح اخلاص کے ساتھ ہونا بھی ضروری ہے۔

اس قسم کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی نیک عمل سے مقصود اللہ کی رضاء نہ ہو، یا اس کے ساتھ نام آوری یا مال کا حصول شامل ہو، تو وہ عمل عبادت شمار نہیں ہوتا، البتہ اگر اصل مقصود اللہ کی رضا ہو، اور پھر کوئی دوسری جائز غرض ضمناً شامل ہو مثلاً نماز سے اصل مقصود، اللہ کی رضا ہو اور ساتھ ہی یہ بھی ذہن میں ہو کہ اس سے جسم کی ورزش ہو کر چستی حاصل ہوتی ہے تو یہ اخلاص کے خلاف نہیں۔

www.idaraghufran.org

ایمان کی حلاوت اور مٹھاس

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :ثَـلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيْمَانِ أَنْ يَّـكُـوْنَ الـلّٰهُ وَرَسُوْلُـهٗ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَأَنْ يُّحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهٗ إِلَّا لِلّٰهِ وَأَنْ يَّكْرَهَ أَنْ يَّعُوْدَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُّقْذَفَ فِي النَّارِ(بخاری)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ وہ جس شخص میں ہوں گی اس کو (ان کی وجہ سے) ایمان کی حلاوت ومٹھاس نصیب ہوگی۔ایک وہ شخص جس کے نزدیک اللہ اوراس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم سب ماسوا سے زیادہ محبوب ہوں (یعنی جتنی محبت اس کو اللہ اوررسول سے ہو اتنی کسی اور سے نہ ہو) اورایک وہ شخص جس کو کسی بندہ سے محبت ہواور صرف اللہ ہی کے لئے محبت ہو(یعنی کسی دنیوی غرض سے نہ ہو،صرف اس وجہ سے محبت ہو کہ وہ اللہ کا محبوب بندہ ہے) اورایک وہ شخص کہ جو کفر کی طرف لوٹ کر آنے کواس قدر ناپسند کرتا ہے، جیسے آگ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرتا ہے(بخاری،حدیث نمبر16)

یہ حدیث اللہ اور رسول کی اطاعت، بھائی چارے، آپس میں اتفاق واتحاد اور ہم آہنگی،اور اسلام کو اپنا پیارا اور محبوب مذہب بنانے اور کفر کی لوٹ کر جانے کو سخت ناپسند کرنے، کا درس دیتی ہے۔

www.idaraghufran.org

آپ کے دینی مسائل کاحل ادارہ

ضمیمہ

مقدّس اَوراق کاحکم

علماء کمیٹی کی متفقہ تجاویز

’’ادارہ احترامِ مقدس تحریر وتصاویر مقاماتِ مقدسہ‘‘ کے طریقۂ کار پر بعض اہلِ علم حضرات کے اعتراض اور اس کے عدمِ جواز کا حکم لگانے اور اس ادارہ کے عارضی طور پر بند ہونے کے بعد ادارہ کے منتظمین کی طرف سے ایک ’’علماء کمیٹی‘‘ قائم کی گئی، جس میں مذکورہ ادارہ میں جاری ری سائیکلنگ کے ابتدائی جواز اور عدمِ جواز کے قائلین مشترک اہلِ علم حضرات کو شامل کیا گیا، اس ’’علماء کمیٹی‘‘ نے غور وخوض اور مسئلہ ہٰذا کے متعلقہ پہلوؤں کا جائزہ لینے کے بعد متفقہ طور پر چند تجاویز تحریری طور پر منظور کیں، جس کا مضمون درجِ ذیل ہے:

ادارہ احترامِ مقدس اوراق وتصاویر مقاماتِ مقدسہ کھولنے کے لیے ’’علماء کمیٹی‘‘ کی متفقہ تجاویز

چونکہ ادارہ ہٰذا مقدس اوراق وتصاویر مقاماتِ مقدسہ کے تحفظ کے لیے قائم کیا گیا ہے، جو کہ ایک شرعی کام اور اہم دینی خدمت ہے، اس لیے ادارہ ’’علماء کمیٹی‘‘ کے تحریر کردہ متفقہ قواعد وضوابط کے مطابق کام کرے گا۔

(1)...... ادارے میں جو مقدس اوراق بوریوں میں جمع ہیں، ان کے ادب واحترام کے ملحوظِ خاطر رکھنے کے لیے عام چلنے پھرنے کی جگہ سے کچھ نمایاں اور ممتاز جگہ بنائی جائے۔

(2)...... بوریوں سے اولاً صحیح اور قابلِ استعمال اور قابلِ مرمت قرآن پاک اور سیپارے الگ کیے جائیں گے، جو کہ مساجد ومدارس اور دیگر افراد کو بلا معاوضہ ہدیتاً دیئے جائیں گے۔

(3)...... اس کے علاوہ قرآن کے ضعیف اور نا قابلِ استعمال اوراق، عام اوراق سے الگ کر کے ری سائیکلنگ کرنا ادب واحترام کے زیادہ قریب ہے، تاہم دوسرے اوراق کے ساتھ ری سائیکل کرنا بھی جائز ہے۔

(4)......مقدس اوراق کو ری سائیکل کر کے جو گتہ بنایا جائے، اسے قرآن کریم اور دینی کتب کی جلد بندی کے لیے استعمال کرنا زیادہ بہتر ہے، اور ''علماء کمیٹی'' بھی ایسے گتہ خریدار لوگوں کی تلاش میں مدد کرے گی، تاہم ـــــــ [1]

(5)......ادارے کے شرعی طریقۂ کار کی نگرانی ''علماء کمیٹی'' کرے گی، اور ایک یا دو مستند علماء بھی وہاں مستقل نگرانی کے لیے مقرر کیے جائیں گے، جن کا وظیفہ ادارہ ادا کرے گا۔

(6)......کام کرنے والا عملہ باوضو ہو کر کام کرے گا، خاص طور پر قرآن مجید کے پرانے اوراق اور نسخوں کو ہاتھ لگاتے وقت باوضو ہونا چاہیے۔

(7)......مقدس اوراق اور قرآنی نسخے ڈرم میں رکھنے سے پہلے ڈرم میں پانی ڈال دیا جائے، تا کہ ممکنہ حد تک قرآن اور مقدس اوراق کا ادب واحترام ملحوظ رہے۔

(8)......گتہ صاف ستھری اور پاک جگہ پر خشک کرنے کا اہتمام کیا جائے، اور صاف پاک جگہ پر رکھا جائے۔

''علماء کمیٹی'' کے دستخط

(1)......حضرت مولانا عبدالخالق صاحب، سلمان فارسی مسجد، اسلام آباد (سرپرست)

(2)......مولانا مفتی مختار اللہ صاحب، دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک (چیئرمین)

(3)......مولانا محمد انصر باجوہ صاحب، مدرسہ امام ابوحنیفہ، راولپنڈی (جنرل سیکٹری)

(4)......مولانا مفتی محمد رضوان صاحب، ادارہ غفران، راولپنڈی

(5)......مولانا مفتی ریاض محمد صاحب، دارالعلوم تعلیم القرآن، راولپنڈی

(6)......مولانا مفتی عبدالنور صاحب، جامعہ فریدیہ، اسلام آباد

(7)......مولانا مفتی گل جمال صاحب، دارالعلوم عربیہ، شیر گڑھ، مردان

(8)......مولانا غلام مصطفیٰ صاحب، دارالعلوم عربیہ، شیر گڑھ، مردان

(9)......مولانا قاری محمد ساجد محمود صاحب، مدرسہ ریاض العلوم، اسلام آباد

---

[1] ''علماء کمیٹی'' کی مذکورہ تجاویز میں، یہ لفظ اسی طرح سے لکھا ہوا ہے، آگے جگہ خالی ہے، غالباً آگے جملہ مکمل کرنے میں ذہول ہو گیا ''علماء کمیٹی'' کے اس اجلاس میں بندہ بھی شریک تھا، اس سلسلہ میں شرکاء کا اس بات پر اتفاق تھا کہ اس مواد اور گتہ کو دیگر مفید اور جائز مقاصد کے لیے استعمال کرنے کی بھی گنجائش ہے، جیسا کہ اس کا ذکر ''پنجاب قرآن بورڈ'' کی متفقہ قرارداد میں بھی ہے۔ محمد رضوان۔

اجلاس منعقدہ مورخہ 7/ذوالقعدۃ/1437ھ 11/اگست/2016ء بروز جمعرات، بعد ظہر،
بمقام: جامعہ مسجد حنفیہ اشرفیہ، فیکٹری کواٹرز، مغل آباد، راولپنڈی، پاکستان۔

’’اوقاف ڈیپارٹمنٹ، خیبر پختونخوا‘‘ کا فیصلہ

’’ادارہ احترام مقدس تحریر و تصاویر مقاماتِ مقدسہ‘‘ کے کام کو روکنے سے متعلق بعض حضرات کی طرف سے ’’اوقاف ڈیپارٹمنٹ، خیبر پختونخوا‘‘ (Auqaf Dipartment Khyber Pakhtunkhwa) میں شکایت درج کی گئی، جس کے متعلق مورخہ 07/ستمبر/2016ء کو مذکورہ ادارہ نے درجِ ذیل الفاظ میں فیصلہ صادر کیا:

OFFICE OF THE
ADMINISTRATOR AUQAF
KHYBER PAKHTUNKHW,
Eldgah Charsadda Road, Peshawar
Phone: 2043428 Fax: 2043427

No:6070-6072.X-50/Auqaf Date Peshawar the:07/9/2016

To: The Deputy Commissioner,Nowshera

SUBJECT:ISSUES PERTAINING TO QURAN PAPER MILLS AND PRINTING COMPLEX NIZAMPUR,DISTRICT NOWSHERA

Dear sir,

The subject matter was taken up on the agenda of the meeting of the Standing Committee No.6 for Auqaf & Religious Affairs Department,Khyber Pakhtunkhwa,held on 01.09.2016.

The issues,whether the recycling of the old worn out (shaheed) copies of Holy Quran is in accordance with the injuctions of Islam or otherwise, was discussed in detail and keeping in view the unanimous resolution passed by the Punjab Quran Board, the permission granted for recycling by the Auqaf & Religious Affairs Department, Govt of Punjab and the Fatwa, given by Maulana Muhammad Taqi Usmani & Maulana Muhammad Rafi Usmani, the application of Maulana Mufti Fazal Ghafoor, MPA, containing complaint, lodged by certain people was dropped.

In this connection, it is submitted that after the 18th constitutional amendment, the subject was devolved to the provinces; and in pursuance of the said devolution, the Khyber Pakhtunkhwa Publication

www.idaraghufran.org

of Holy Quran, (Elimination of printing & Recording Errors) Act 2012, was enacted and rules there-under were framed, in 2013. In pursuance of the said rules, the Khyber Pakhtunkhwa Quran Board was constituted vide Notification NO. SO(HR&MAD)
1-22/2014/8644- 80, in 2014.

Sub-Rule (b)(9) of Rule.7 of the rules ibid, enunciates and speeks about the disposal of damaged or worn out pages of Holy Quran and other papers containg sacred printed material, while Sub-Rule (c)(9) of Rules. 7, speeks about the establishment of Quran Mehal.

In the light of the above, a Quran Mehal has been established at the office of Administrator Auqaf, Khyber Pakhtunkhwa, Peshawar, which will shortly start is working.

The above mentioned damaged or worn out materials will be brought to the said Quran Mehal, from all over the Khyber Pakhtunkhwa, for further disposal/recycling.

As the subject complex has also been involved in the sacred service of recycling of the sacred Printed Materials, hence no hurdles or hindrances be made in its operation.

Deputy Administrator Auqaf,
Khyber Pakhtunkhwa, Peshawar

No:6070-6072.X-50

Copy forwarded to the:

1:..Administrator Auqaf, Khyber Pakhtunkhwa, Peshawar

2:...Assistant Commissioner Jehangira.

ترجمہ: معاملہ مذکورہ، شعبہ اوقاف ومذہبی امور خیبر پختونخوا کی سٹینڈنگ کمیٹی نمبر9 کی میٹنگ میں یکم ستمبر2016ء کے ایجنڈا میں اٹھایا گیا۔

معاملہ، کہ شہید قرآنی اوراق کی ری سائیکلنگ اسلامی حکم کے مطابق ہے یا نہیں؟ تفصیل سے زیرِ بحث آیا، اور پنجاب قرآن بورڈ سے متفقہ طور پر منظور قرارداد، پنجاب حکومت کے شعبہ اوقاف ومذہبی امور کی جانب سے ری سائیکلنگ کی دی گئی اجازت اور مولانا محمد تقی عثمانی اور مولانا محمد رفیع عثمانی کی جانب سے دیئے گئے فتویٰ کی روشنی میں، مولانا مفتی فضل غفور (ممبر صوبائی اسمبلی) کی جانب سے کچھ لوگوں کی طرف سے دائر کی گئی شکایت پر مشتمل درخواست خارج کردی گئی۔

www.idaraghufran.org

اس حوالے سے عرض ہے کہ اٹھارہویں آئینی ترمیم کے بعد مذکورہ معاملہ صوبوں کو منتقل کر دیا گیا، اور اس منتقلی پر عمل کرتے ہوئے، خیبر پختونخوا، ناشر قرآن ایکٹ 2012 نافذ کر دیا گیا، اور اس کے تحت 2013 میں قوانین وضع کیے گئے، ان قوانین پر عمل کرتے ہوئے 2014ء میں نوٹیفیکیشن نمبر SO(HR&MAD)1-22/2014/8644-80 کے تحت ''خیبر پختونخوا قرآن بورڈ'' بنایا گیا۔

قانون نمبر 7 کے ذیلی قانون نمبر (9)(b) میں شہید قرآنی اوراق اور مقدس تحریرات پر مشتمل مواد کے تلف کرنے کے بارے میں وضاحت موجود ہے۔

جبکہ قانون نمبر 7 کے ذیلی قانون نمبر (9)(C) میں مذکورہ بالا مقصد کے لیے ''قرآن محل'' کے قیام کے بارے میں وضاحت موجود ہے۔

مذکورہ بالا امور کی روشنی میں، ناظم اوقاف خیبر پختونخوا، پشاور کے آفس میں ''قرآن محل'' کا قیام عمل میں آیا، جو عنقریب کام شروع کر دے گا۔

مذکورہ بالا شہید اوراق و مواد، اتلاف اور ریسائیکلنگ کے لیے پورے خیبر پختونخوا سے مذکورہ ''قرآن محل'' عمل میں لایا جائے گا۔

جیسا کہ مذکورہ کمپلیکس مقدس تحریری مواد کی ری سائیکلنگ جیسی مقدس خدمات بھی سرانجام دے رہا ہے، لہٰذا اس کے کام میں کوئی رکاوٹ نہ ڈالی جائے (ترجمہ مکمل ہوا)

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ مقدس اوراق کی ری سائیکلنگ کا طریقۂ کار فی نفسہٖ شریعت اور پاکستان کے موجودہ قوانین کے مطابق ہے، جس کو شرعی یا قانونی اعتبار سے بے ادبی قرار دینا راجح نہیں۔

البتہ اس عمل کے دوران کوئی کارندہ خود سے بے احتیاطی کا ارتکاب کرے، تو وہ اس کا ذاتی معاملہ ہے، لیکن اس کی وجہ سے اصل کام کو ناجائز و خلافِ شریعت قرار نہیں دیا جا سکتا، اور نہ ہی کسی کارندے کی بے احتیاطی کی وجہ سے اصل کام میں رکاوٹ پیدا کرنا یا اس کے خلاف جدوجہد کرنا اور اس سے بڑھ کر تشدد کا راستہ اختیار کرنا درست ہے۔ فقط۔

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

محمد رضوان 28/صفر المظفر/1438ھ بمطابق 29/نومبر/2016ء بروز منگل

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

www.idaraghufran.org

کیاآپ جانتے ھیں؟ مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

دوستی کے آداب

ایک حدیثِ قدسی میں ہے کہ:

(اللہ فرماتا ہے کہ) میری محبت ان لوگوں کے لئے ثابت ہوچکی ہے، جو صرف میری وجہ (یعنی میرے حکم) سے ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں، اور میری محبت ان لوگوں کے لئے ثابت ہوچکی ہے، جو صرف میری وجہ (یعنی میرے حکم) سے ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں، اور میری محبت ان لوگوں کے لئے ثابت ہوچکی ہے، جو صرف میری وجہ (یعنی میرے حکم) سے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں، اور میری محبت ان لوگوں کے لئے ثابت ہوچکی ہے، جو صرف میری وجہ (یعنی میرے حکم) سے ایک دوسرے سے صلہ (یعنی جوڑ وتعلق) رکھتے ہیں (مسند احمد)

(1)...... اگر اعتدال میں رہتے ہوئے اچھے اوصاف والے انسان سے اخلاص اور اللہ کی رضا کے لئے دوستی اور محبت کی جائے، تو یہ باعثِ ثواب ہے، اور اس سے کئی قسم کے فائدے حاصل ہوتے ہیں، اور اگر اس میں بے احتیاطی اور غلو کیا جائے تو کئی قسم کے نقصانات بھی پیش آتے ہیں۔

(2)...... جس سے دوستی کرنا ہو، پہلے اس کے نظریات، اعمال ومعاملات اور اخلاق کو اچھی طرح دیکھ لینا چاہئے، اگر کسی انسان کے نظریات، اعمال ومعاملات اور اخلاق درست نہ ہوں تو وہ دوستی کے قابل نہیں ہے، اس کے پاس بیٹھنا اٹھنا بُری صحبت میں داخل ہے، جس سے حتی الامکان بچنا چاہئے۔

(3)...... دین دار اور بااخلاق ہونے کے ساتھ خاص طور پر مخلص اور امانت دار ہونا، دوستی کی بنیادی صفت ہے۔

(4)...... اچانک کسی اجنبی سے دوستی قائم کرلینا مناسب نہیں، بلکہ اس کو اچھی طرح دیکھ بھال لینا چاہئے کہ اس کے نظریات، اعمال واخلاق کیسے ہیں؟ اور وہ مخلص وامانت دار بھی ہے یا نہیں؟

(5)...... بہت سی بُری عادتیں، جو زندگی بھر کے لئے انسان کو جکڑ لیتی ہیں، اور ان سے بآسانی جان

www.idaraghufran.org

چھڑانا ممکن نہیں ہوتا، ان کی اکثر بنیاد بُری دوستی سے پڑتی ہے، اس لئے بُری عادت اور بُرے اخلاق و کردار کے مالک سے ہرگز دوستی نہیں کرنی چاہئے۔

(6)...... حقیقی اور سچی دوستی کی غرض رضائے الٰہی ہونی چاہئے، دنیا کی محبت یا کوئی فاسد غرض نہیں ہونی چاہئے۔

(7)...... بچپن، لڑکپن اور کم عمری میں یاری دوستی کرنا نقصان سے خالی نہیں۔

(8)...... کسی سے دوستی کرنے سے پہلے اپنے بڑوں اور والدین سے مشورہ کرلینا اور اجازت حاصل کرلینا بہتر ہے۔

(9)...... جن افراد یا اشخاص سے آپ کے والدین یا بزرگ، یاری دوستی کرنے سے منع کریں، ان سے یاری دوستی کرنے سے پرہیز کیجئے، اور بڑوں کی عقل و تجربہ کے مقابلہ میں اپنی من مانی اور ہٹ دھرمی اختیار نہ کیجئے۔

(10)...... اپنے سے زیادہ مال و دولت والے انسان سے عام حالات میں دوستی کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے، کیونکہ اس کی وجہ سے اکثر و بیشتر مال و دولت کی خواہش بڑھتی اور قناعت پسندی کا جذبہ کمزور پڑجاتا ہے۔

(11)...... یاری دوستی کے عنوان سے فضول وقت ضائع کرنے اور فضول گپ وشپ کے مشغلہ میں وقت گزارنے سے پرہیز کرنا چاہئے، اور اس کے بجائے اپنے وقت کو نفع بخش اور دین و دنیا کے اعتبار سے مفید کاموں میں خرچ کرنا چاہئے۔

خاص طور پر دوستوں کے ساتھ بیٹھ کر غیبت، چغل خوری، فضول بہتان وغیرہ جیسی چیزوں سے پرہیز کرنا بہت ضروری ہے۔

(12)...... حتی الامکان دوست سے قرض وغیرہ لینے دینے سے پرہیز کرنا چاہئے، اس سے اکثر و بیشتر دوستی کے تعلقات میں بگاڑ پیدا ہوجاتا ہے۔

(13)...... یاری دوستی کے عنوان سے اپنے یا دوسرے کے یہاں کی نامحرم عورتوں سے بے پردگی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہئے۔

(14)...... اجنبی عورتوں سے دوستی کرنا جائز نہیں، اس سے پرہیز کرنا چاہئے، اور بے ریش لڑکوں سے دوستی کرنے میں بھی کئی قسم کے فتنے لازم آتے ہیں، اس لئے بے ریش لڑکوں سے دوستی قائم کرنے سے بھی اجتناب کرنا چاہئے، اور اس کے بجائے اپنے سے زیادہ عمر کے لوگوں سے دوستی کو ترجیح دینی چاہئے۔

www.idaraghufran.org

(15)...... دوستی کی خاطر اس کے اہلِ خانہ کو ایذاء و تکلیف نہیں پہنچانی چاہئے، اور ان پر کوئی بوجھ نہیں ڈالنا چاہئے۔

(16)...... دوست کے ساتھ کہیں جانا ہو، یا دوست کے یہاں جانا ہو، تو اپنے گھر والوں کو اس کی اطلاع کردینی چاہئے، تاکہ ضرورت پڑنے پر ان کو پریشانی نہ ہو۔

(17)...... ضرورت پڑنے پر مخلص دوست کی حتی الامکان جانی ومالی مدد کرنی چاہئے۔

(18)...... مخلص دوست کی طرف سے کبھی کوئی بات مزاج کے خلاف پیش آجائے تو اس کو درگزر کرنا چاہئے، اور اگر کبھی کوئی تعلقات میں بدمزگی ہوجائے تو اس کا تصفیہ کرلینا چاہئے۔

(19)...... اپنے دوست کو اچھی باتوں کی نصیحت کرتے رہنا چاہئے۔

(20)...... سچی اور اچھی دوستی کی نشانی یہ ہے کہ اگر دوست کو کسی غلط کام میں مبتلا دیکھیں، تو ہمدردی اور خیرخواہی کے ساتھ اس کو آگاہ کردیں۔

(21)...... ضرورت پڑنے پر اپنے معاملات میں مخلص دوست سے مشورہ کیا کیجیے۔

(22)...... اگر دوست مشورہ طلب کرے تو اس کو نیک اور مفید مشورہ دینا چاہیے۔

(23)...... ناجائز کاموں میں دوست کی اطاعت نہ کریں، اور اس کا کہنا نہ مانیں۔

اور نہ ہی دوست کو کسی ناجائز کام کی دعوت دیں۔

(24)...... دوستی کی خاطر اپنے والدین، بیوی بچوں وغیرہ کے حقوق میں کوتاہی نہیں کرنا چاہئے، جیسا کہ آج کل بہت سے اشخاص، خاص طور پر نوجوان افراد، یاری اور دوستی کی خاطر ایسی کوتاہی کرتے ہیں، دوستوں کے پاس تو لمبا وقت گزارتے ہیں، اور دوستوں کی خدمت اور کام کاج سب کرتے ہیں، مگر والدین کو نہ تو وقت دیتے ہیں، اور نہ ہی ان کی خدمت کرتے، بلکہ والدین کی محنت سے کمائے ہوئے پیسے بھی دوستوں پر لگادیتے ہیں، یہ سخت ناانصافی اور ظلم اور بری دوستی ہے۔

(25)...... اپنے ہر دوست کو اپنی رازداری کی سب باتیں نہیں بتلانی چاہئیں، کیونکہ بہت سے دشمن، دوستوں سے ہی پیدا ہوتے ہیں، اور وہ رازدار ہونے کی وجہ سے زیادہ نقصان پہنچانے کا باعث بن جاتے ہیں۔

(26)...... دوستی میں اعتدال رکھنا چاہئے، ہر وقت دوستوں سے گھلنا ملنا اور زیادہ وقت ایک دوسرے کے ساتھ گزارنا نقصان سے خالی نہیں۔

(27)...... یہ بات یادرکھنے کی ہے کہ دوستی کرنے سے پہلے دوست کے مخلص، ایماندار اور دیانت دار ہونے کو اچھی طرح جانچ لینا ضروری ہے۔

کیونکہ آج کل اکثر وبیشتر یاری، دوستی مطلب اور مفاد پرستی پر مبنی ہوتی ہے، اور اسی وجہ سے بعض تجربہ کاروں کا کہنا ہے کہ:

''آج کل کے دوست۔ کھاتے ہیں گوشت'' ''سر سہلاتے ہیں۔ بھیجا کھاتے ہیں''

اور اسی بات کو کسی شاعر نے کہا ہے کہ:

الٰہی آبرو رکھنا بڑا نازک زمانہ ہے دلوں میں خار رکھتے ہیں بظاہر دوستانہ ہے

خلاصہ یہ کہ آج کل فتنوں اور مفاد پرستی کے دور میں ہر کس و ناکس کو دوست سمجھ کر اس پر اعتماد کر لینا بڑے خطرے کی بات ہے۔

Idara Ghufran

عبرت کدہ — حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام: قسط 14 — مولانا طارق محمود

﴿اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَعِبۡرَۃً لِّاُولِی الۡاَبۡصَارِ﴾

عبرت و بصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

مدین کے کنویں پر تحفظِ حقوقِ نسواں کا پیغمبرانہ مظاہرہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان دونوں خواتین کی بکریوں کو پانی پلا دیا۔

بکریوں کو پانی پلانے کے بعد آپ پشت پھیر کر ایک (درخت کے) سایہ کی طرف چلے گئے، اور گرمی کی شدت کی وجہ سے سایہ میں جا کر بیٹھ گئے، اس لیے اس وقت ان کا حال اللہ تعالیٰ کی ''صفتِ ربوبیت'' سے فریاد کا تقاضا کرتا تھا، کیونکہ اس وقت ان کی بھوک سے ایسی حالت تھی کہ پیٹ پیٹھ سے لگا ہوا تھا، بے وطنی ایسی کہ کوئی واقفیت نہ کوئی مونس و غم خوار، کوئی گھر نہ ٹھکانا، دشمن کے تعاقب کا مسلسل خوف، غرض ہر لحاظ سے فقر ہی فقر، ایسی حالت میں انھوں نے کسی مخلوق سے شکوہ نہیں کیا، بلکہ اپنے رب ہی کی جناب میں درخواست پیش کی کہ اے میرے پالنے والے! آپ جو خیر بھی میری طرف نازل فرمائیں گے، میں اس کا محتاج ہوں۔ [1]

قرآن مجید کی سورہ قصص میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَسَقٰی لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰۤی اِلَی الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّیۡ لِمَاۤ اَنۡزَلۡتَ اِلَیَّ مِنۡ خَیۡرٍ فَقِیۡرٌ

(سورۃ القصص، رقم الآیۃ ۲۴)

یعنی ''پھر ان کے جانوروں کو پانی پلا دیا پھر سایہ کی طرف ہٹ آئے، اور کہا کہ اے میرے رب! آپ میری طرف جو اچھی چیز اتاریں میں اس کا محتاج ہوں''

اس مختصر دعا میں عبدیت کا عجیب مظاہرہ ہے، ایک طرف اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے محتاج ہونے کا ذکر فرما

---

[1] عدل إلى رأس الشجرة فجلس فی ظلها من شدة الحر وهو جائع فقال رب إنی لما أنزلت إلی من خير فقير معناه أنه طلب الطعام لجوعه واحتياجه إليه .قال ابن عباس: إن موسى سأل الله فلقة خبز يقيم بها صلبة وعن ابن عباس قال: لقد قال موسى: رب إنی لما أنزلت إلی من خير فقير وهو أكرم خلقه عليه ولقد افتقر إلى شق تمرة وقيل ما سأل إلا الخبز(تفسير الخازن، ج۳ص ۳۶۲،سورة القصص)

www.idaraghufran.org

رہے ہیں کہ اس غریب الوطنی میں جہاں کوئی شخص آشنا نظرنہیں آتا، زندگی کی ہرضرورت کی احتیاج ہے اوردوسری طرف خود سے کوئی نعمت تجویز کرنے کے بجائے معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ رہے ہیں کہ آپ بھلائی کی صورت بھی تجویز کر کے مجھ پر جو بھی نازل فرمادیں گے، تو میں سمجھوں گا کہ اسی کی احتیاج ظاہر کر کے وہی میں نے مانگی ہے، میں اپنی طرف سے کوئی متعین حاجت مانگنے کی حالت میں نہیں ہوں۔ [1]

حضرت موسیٰ نے کمزوروں کی مدد کرنے کا حق تو فوری طور پر اور پوری مستعدی کے ساتھ ادا کر دیا، لیکن اس کے بعد ان خواتین کے سامنے ایک حرف بھی اپنی زبان سے ایسا نہیں نکالا، جس سے آپ کی کسی پریشانی یا مسافرت یا ضرورت کا کوئی اظہار ہو، بلکہ جس سائے سے اٹھ کر ان کی حمایت و مدد کیلئے آئے تھے، اسی سایے میں واپس جا کر بیٹھ گئے۔اوراپنے رب سے دعا کی۔

یہ دعا چونکہ بالکل صحیح وقت پر صحیح جذبے کے ساتھ اور صحیح الفاظ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان مبارک سے نکلی تھی، اس لیے اس کا اثر ونتیجہ بھی فوری طور پر اور بغیر کسی تاخیر کے ظاہر ہوا، ان خواتین نے حضرت موسیٰ کے اس احسان کا ذکر جا کر اپنے والد سے کیا۔

چنانچہ اس کے بعد آپ کے لئے ان خواتین کے والد کے یہاں حاضری اور ان کی حمایت کی راہ کھل گئی۔

اس دعاء سے آپ نے یہ اہم اور بنیادی تعلیم دی کہ انسان کو ہمیشہ اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کرنا، اوراسی سے مانگنا چاہیئے، اور خدمت خلق کا جو موقع ملے اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رضاء وخوشنودی کے لئے وہ کام کرنا چاہیے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی مشہور ''حدیثِ فتون'' میں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مدین کی خواتین کی بکریوں کو پانی پلانے اوراس کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کا ذکر آیا ہے۔ [2]

---

[1] قال المفسرون: تعرض لما يطعمه، لما ناله من الجوع، ولم يصرح بالسؤال وأنزلت هنا بمعنى تنزل . وقال الزمخشرى: وعدى باللام فقير، لأنه ضمن معنى سائل وطالب .ويحتمل أن يريد، أى فقير من الدنيا لأجل ما أنزلت إلى من خير الدين، وهو النجاة من الظالمين، لأنه كان عند فرعون فى ملك وثروة، قال ذلک رضا بالبدل السنى وفرحا به وشكرا له .وقال الحسن: سأل الزيادة فى العلم والحكمة(البحرالمحيط، ج٨ص ٢٩٨ ،سورة القصص)

[2] فسقى لهما، فجعل يغرف فى الدلو ماء كثيرا حتى كان أول الرعاء فراغا، فانصرفتا بغنمهما إلى أبيهما، وانصرف موسى فاستظل بشجرة، فقال :(رب إنى لما أنزلت إلى من خير فقير)(مسند ابى يعلىٰ الموصلى، رقم الحديث ٢٦١٨)

قال الهيثمى:رواه أبو يعلى، ورجاله رجال الصحيح غير أصبغ بن زيد والقاسم بن أبى أيوب وهما ثقتان(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١١١٦٦)

وقال حسين سليم اسد الدارانى:رجاله ثقات(حاشية مسند ابى يعلىٰ)

www.idaraghufran.org

زندگی کے واقعات میں بخت واتفاق کا حصہ

ہم سب کی زندگیوں میں کتنے ہی واقعات بظاہر اتفاقیہ اور بائی چانس(By Chance)ہوتے ہیں، لیکن یہی اتفاقات زندگی کے بہتے دھاروں کا رخ بھی بدل دیتے ہیں،ہماری زندگیوں کے،حتیٰ کہ قوموں اور معاشروں، تہذیبوں اور سوسائیٹیوں کی حیاتِ اجتماعی کے فیصلہ کن موڑ بن جاتے ہیں، افراد واقوام کی آئندہ تاریخ کی تشکیل وشیرازہ بندی بارہا اور بار باراس بوڑھے آسمان نے اپنی پتھرائی ہوئی آنکھوں سے بخت واتفاقات اور بظاہر اتفاقی واقعات کے نتیجے میں ہوتے دیکھی ہے،تو کیا بخت واتفاق کا کوئی حقیقی وجود بھی ہے؟ یا یہ ہمارے فریبِ نظر اور ظاہر بین نگاہوں کا دھوکہ ہے؟

ایک مومن، خدا پرست اور تقدیر پر ایمان رکھنے والے شخص اور دوسری طرف دہری ومادہ پرست اور خدا منکر شخص کے درمیان ادراک وشعور اور آئیڈیاز وتھیوریز کی تشکیل کا حدِ فاصل یہ نکتہ وپوائنٹ بھی ہے کہ دہری سمجھتا ہے کہ سارا نظامِ کائنات ہی بائی چانس اور اتفاقاً چل رہا ہے، اس کے پیچھے کوئی منصوبہ بندی، ذہانت، مائنڈ اور مانیٹرنگ نہیں ہے،اس کے نزدیک ایٹم سے لے کر کہکشاؤں تک، ذرے سے لے کر پہاڑ تک، چیونٹی سے لے کر ہاتھ تک سب کچھ از خود ہی وجود پذیر ہوکر نظم وڈسپلن کے ساتھ اپنے اپنے دائروں میں وجود وحیات کے سفر پر رواں دواں اور پیہم مصروفِ عمل ہیں،لہٰذا عام روزمرہ واقعات بھی اسی خود بخود ہی ہوجانے والی اس کی فاسد ذہنیت کے تخیلات ہیں۔

مومن کے نزدیک جب موجودات کا ایک علیم وقدیر خالق ہے، اور سلسلۂ موجودات کے پورے سسٹم ونظام کے پیچھے ایک علیم وقدیر ہستی یا بزبانِ سائنس مائنڈ ومانیٹرنگ کا سلسلہ ہے، اور تقدیر کی کتاب لوحِ محفوظ کی شکل میں اس نے سب منصوبہ بندی عام جزئی جزئیوواقعات تک بھی پہلے کرتی ہے، تو یہاں اتفاق کا کوئی گزر نہیں، ہم ویسے محاورتاً اسے اتفاق سے تعبیر کردیتے ہیں، غالب نے کہا تھا: ؎

تو ہی محرم نہیں نواہائے راز کا ورنہ یاں جو بھی حجاب ہے پردہ ہے سآز کا

آخر کون کہہ سکتا ہے کہ حضرت موسیٰ کا حضرت شعیب کی عفت مآب بیٹیوں سے مدین کے گھاٹ پر مڈبھیڑ کا واقعہ بائی چانس اور اتفاقاً تھا، لہٰذا دس سال حضرت موسیٰ کا مدین کا دانہ پانی کھانا، وہاں رہنا سہنا، بکریوں کی چوپالی کرنا، شعیب کی بیٹی کے ساتھ رشتۂ ازدواج میں بندھنا، یہ سب کچھ بھی بائی چانس تھا، کافر جھک مارے تو مارے۔

(جاری ہے.........)

www.idaraghufran.org

طب وصحت مفتی محمد رضوان

چند عام بیماریاں اور اُن کا آسان علاج (قسط6)

دل کی تیز دھڑکن (Tachycardia)

دل کے تیز دھڑکنے اور اس کے دھڑکنے کی آواز سنائی دینے کا سبب یا تو چائے، تمباکو اور نشہ آور اشیاء کا ایک مدت تک استعمال ہوتا ہے، اورخون کی کمی، اعصابی کمزوری، دماغی محنت کی کثرت، مشت زنی، دل کی کمزوری، خوف، فکر، غم وغصہ، بدہضمی، جگر کی بیماری، اور عورتوں میں حیض کی کثرت یا اس کا بند ہو جانا بھی اس کا سبب ہوتا ہے۔

ایسے مریض کا دل زور سے دھڑکتا ہے، دل ڈوبتا ہوا محسوس ہوتا ہے، کبھی سانس میں تنگی بھی محسوس ہوتی ہے، جمائیاں اور انگڑائیاں آتی ہیں۔

دل کی دھڑکن کو معمول پر لانے کے لئے دھنیے کو کُوٹ چھان کر اس کے برابر کھانڈ یا مصری ملا کر صبح وشام چھ چھ ماشے کئی روز تک کھانا مفید ہے۔

اس کے علاوہ بارہ گرام لیموں کے چھلکوں کا جوشاندہ بنا کر پینا دل کی تقویت کا ذریعہ ہے۔

گاجر کا جوس اور گاجر کا مربہ بھی مفید ہے۔

تخمِ ریحان بارہ گرام رات کو عرقِ گلاب میں بھگو کر صبح کو مصری ملا کر پینا بھی اس مرض میں مفید ہے۔

اور آملہ کا مربہ یا اچار بھی دل کی تیز دھڑکن بلکہ دماغ اور معدہ کی کمزوری کے لئے مفید ہے۔

اس مرض سے بچنے کے لئے مندرجہ بالا اسباب اور نشہ آور اور محرک اشیاء، چائے، تمباکو وغیرہ سے پرہیز کرنا چاہئے۔

سینہ کا درد (Chest Pain)

بعض اوقات سینے کے بائیں طرف سینہ میں دل کی جگہ درد معلوم ہوتا ہے، بعض مریضوں میں درد کی شکایت پہلے پہل معدہ کے منہ پر ہوتی ہے، جب دل کا درد بہت سخت ہوتا ہے، تو اس کی ٹیسیں بائیں کندھے تک پہنچتی ہیں، دل زور سے دھڑکنے لگتا ہے، چہرے کا رنگ زرد پڑ جاتا ہے، پیشانی پر پسینہ آ کر ٹھنڈا پڑ جاتا ہے، بعض مریضوں کو درد کی شدت سے غشی بھی آ جاتی ہے۔

جب مریض کو دل کے درد کا دورہ پڑے، تو ابتدائی طبی امداد کے طور پر اس کو آرام سے بستر پر لٹا دیں، اگر میسر ہو، تو عطرِ گلاب سنگھائیں، اور اس کو دل کی جگہ مَلیں، گلاب کے پھولوں کو سنگھانا بھی مفید ہے۔

پوست خشخاش دو تولے کو تین پاؤ پانی میں پکائیں، اس کے بعد آگ سے اتار لیں، اور اس میں روغنِ تارپین چھ ماشے ملائیں، اور اس میں صاف کپڑے کی دو گدیاں بار بار بھگو کر درد کی جگہ سینکیں۔

جدوار، ایک ماشے، عرقِ گلاب میں گِھس کر پلائیں، یہ غشی کو دور کرنے کے لئے مفید ہے۔

ہیرا ہینگ ایک رتّی منقّا میں اس کے بیج کی جگہ گولی بنا کر رکھیں، اور نیم گرم پانی سے کھلائیں۔

مگر یہ تدابیر ابتدائی طبی امداد کے طور پر ہیں، مکمل علاج کے لئے ماہر معالج یا متعلقہ ہسپتال سے رجوع کرنا چاہیئے۔

بعض اوقات جسمانی کمزوری کی وجہ سے یا دل کے پٹھے کھنچ جانے کی وجہ سے سینہ میں یا دل کے قریب درد محسوس ہونے لگتا ہے، ایسی صورت میں کمزوری یا پٹھے کھنچنے کا علاج کرنا چاہیئے۔

اور کبھی ٹھنڈ لگنے سے کوئی پٹھا اکڑ جاتا ہے، ایسی صورت میں متاثرہ مقام کی سکائی کرنا اور گرم قہوہ پینا مفید ہوتا ہے، اور بعض اوقات ریاح اور گیس بھی چبھنے لگتا ہے، ایسی صورت میں ریاح اور گیس کو دور کرنے کا علاج کرنا چاہیئے۔

اجوائن، پودینہ کا قہوہ، شہد میں شامل کر کے استعمال کرنا مفید ہے۔

اختناق الرحم، باؤ گولہ (Hysteria)

اختناق الرحم، جس کو باؤ گولہ اور انگریزی زبان میں ’’ہسٹیریا‘‘ (Hysteria) کہا جاتا ہے، اس مرض میں زیادہ تر جوان عورتیں مبتلا ہوتی ہیں، اور بعض اوقات دوسرے افراد بھی مبتلا ہو جاتے ہیں۔

اس مرض میں پہلے سر میں درد ہوتا ہے، آنکھوں سے پانی بہنے لگتا ہے، طبیعت سست اور نڈھال ہو جاتی ہے، اور پیٹ میں ایک گولہ سا اٹھ کر اوپر کی طرف چڑھتا ہوا اور حلق میں آ کر اٹکتا ہوا محسوس ہوتا ہے، جس کو مریض نگلنے کی کوشش کرتا ہے، مگر نگل نہیں پاتا، اس مرض میں مبتلا ہونے کی حالت میں مریض کبھی ہنستا ہے، کبھی روتا ہے، اور کبھی بہت زیادہ بولتا اور فضول بکواس کرتا ہے، اور کبھی چیخ مار کر بے ہوش ہو جاتا ہے، اور بے ہوشی کی حالت میں مریض اِدھر اُدھر اور چھاتی پر ہاتھ پاؤں مارتا ہے، اور اس مرض کی عجیب بات یہ ہے کہ اکثر و بیشتر دورہ کی بے ہوشی کے باوجود، مریض باتوں کو سنتا ہے، اور سمجھتا ہے، جس کو دیکھ کر بعض لوگ جن بھوت کا سایہ سمجھنے لگتے ہیں، اور مختلف عاملوں کے پاس جا کر پریشان ہوتے ہیں، حالانکہ یہ ایک

جسمانی بیماری ہے، جو زیادہ تر عورتوں میں حیض کی گڑبڑ یا شہوت کے غلبہ یا شادی میں تاخیر یا عشق ومحبت کے قصے کہانیاں، پڑھنے سننے اور اس طرح کے پروگرام دیکھنے اور ان میں حصہ لینے سے اور بعض اوقات آرام طلبی، قبض یا رنج وغیرہ کی وجہ سے لاحق ہوجاتی ہے۔

اگر مریض دورہ کی وجہ سے بے ہوش یا نیم بے ہوش محسوس ہو، تو کسی صاف اور کھلے کمرے میں آرام سے لٹائیں، گلے اور سینے کے بٹن کھول دیں، سر کے نیچے اونچا تکیہ رکھ دیں، اگر گلاب یا کیوڑے کا عرق ملے، تو مریض کے منہ پر اس کے چھینٹے لگائیں، بازوؤں اور پنڈلیوں کو کپڑے سے کچھ دیر کے لیے کسی قدر کس کر باندھ دیں، ہاتھوں کی ہتھیلی اور پیروں کے تلووں کو ملیں، ناک کے نتھنوں کو ایک منٹ کے لئے بند کریں، یا مریض کو ہینگ یا لہسن سونگھائیں، یا نوشادر اور بغیر بجھا چونا چھ چھ ماشے باریک پیس کر ایک بوتل میں ڈالیں، اور اس میں چند قطرے پانی ڈال کر بے ہوش مریض کی ناک کے سامنے رکھیں، ان تدبیروں پر عمل کرنے سے عام طور پر مریض کے جلد ہی ہوش بحال ہوجاتے ہیں۔

جب اس مرض کا دورہ ختم ہوجائے، تو اس کا سبب معلوم کر کے اس کو دور کرنے کی کوشش کریں، اگر مریض کنوارا ہو، تو اس کی جلد شادی کرنے کی کوشش کریں، اور اس کو فحش و بے حیائی کے کاموں اور باتوں سے بچانے کی کوشش کریں، اگر عورت میں حیض کی خرابی ہو، تو اس کو دور کریں، اگر عورت کی بچہ دانی میں ورم ہو، تو اس کا علاج کریں، اور مریض کا ہضم خراب رہتا ہو، یا قبض کی شکایت رہتی ہو، تو ان بیماریوں کا علاج کریں۔

کسی طرح کا رنج وغصہ یا خوف اس کا سبب ہو، تو اس کو دور کریں، اور آئندہ کے لئے اس قسم کا دورہ روکنے کے لئے اسرول (یعنی سرپ گندھا) باریک پیس کر ایک ایک ماشہ صبح وشام دودھ کے ساتھ کھلائیں۔

دودھ اور دیسی گھی کا استعمال زیادہ کرائیں۔

خشک پودینہ کا قہوہ پلانا بھی اس بیماری میں مفید ہے۔

پاگل پن (Insanity)

پاگل پن یا دیوانگی کے مرض میں خیالات بگڑ جاتے ہیں، عقل خراب ہوجاتی ہے، مریض بکواس کرتا ہے، لوگوں سے نفرت کرتا یا مارنے لگتا ہے۔

یہ مرض عام طور پر کسی صدمہ مثلاً کسی عزیز کے فوت ہونے یا اور کوئی جانی یا مالی نقصان ہونے یا اپنی کسی خواہش کے خلاف حادثہ رونما ہونے یا کسی اہم مقصد میں ناکامی کے سبب سے ہوا کرتا ہے۔

ایسے مریض کوکسی کشادہ جگہ آرام سے رکھیں، ایسے مریض کوخوش وخرم رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے، مکان کو ٹھنڈا اور خوشبودار رکھنے کا انتظام کرنا چاہئے، مریض کو دن میں تین چار بار ٹھنڈے یا تازہ یا نیم گرم پانی سے نہلاتے رہیں، اور سر پر پانی ڈالنے کی زیادہ کوشش کریں۔

اگر مریض کو قبض کی شکایت ہو، تو املی پانچ تولہ، سنا مکی سات ماشہ کو رات کے وقت پانی میں بھگودیں، اور صبح کو چھان کر گل قند چار تولہ میں ملا کر پلائیں۔

اس کے بعد اسرول بوٹی جس کو سرپ گندھا بھی کہا جاتا ہے، اس کی جڑ باریک پیس چھان کر ایک ایک ماشہ صبح اور شام کھلائیں، اور اوپر سے بکری کا دودھ ایک پاؤ کو مصری سے میٹھا کر کے پلائیں، جس سے مریض کو نیند بھی آتی ہے، اور غم وغصہ وغیرہ کی شکایتیں بھی رفع ہونے لگتی ہیں، جس کے نتیجہ میں پاگل پن کو افاقہ ہوتا ہے۔

اگر سرپ گندھا کی جڑ نہ ملے، تو مغز کدو چھ ماشہ، اور تخم خشخاش چھ ماشہ اور کشمش کے اکیس دانے پانی میں پیس چھان کر صبح اور شام پلائیں، پاگل مریض کے لئے بکری اور گائے کا دودھ مفید غذا ہے، اس کے علاوہ ٹھنڈی اور سبز ترکاریاں بھی مفید ہیں۔

ایسے مریض کے لئے مرچیں، گرم مسالا اور ہر قسم کی قبض آور، بادی اور دیر ہضم ہونے والی اشیاء اور گوشت مضر ہے۔ (جاری ہے............)

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ 90 ''اخبارِ ادارہ''﴾

ڈربن، ساؤتھ افریقہ میں عرصے سے متوطن اور وہاں کی یونیورسٹی کے شعبہ اسلامیات کے ریٹائرڈ پروفیسر ہیں، 60ء کے عشرے میں شکاگو یونیورسٹی، امریکہ سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری کی، اور عشرہ بھر شکاگو یونیورسٹی کے شعبہ اسلامیات میں ہی پروفیسر رہے، 74ء میں ڈربن یونیورسٹی کے شعبہ اسلامیات سے وابستہ ہوئے، پاکستان تشریف لاتے رہتے ہیں، کراچی، لاہور، اسلام آبا کی علمی اکیڈمیوں اور اداروں میں آپ کے لیکچر ہوتے ہیں، اب کے بھی ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد اور علامہ اقبال یونیورسٹی، اسلام آباد کے سیرت سیمینار میں آپ کے لیکچر ہوئے۔

☐...... 11 / ربیع الاول، اتوار، مولانا عبدالرحمٰن بھکروی صاحب زید مجدہٗ، ادارہ میں تشریف لائے، حضرت مدیر صاحب سے ملاقات ہوئی۔

☐...... 17 / ربیع الاول، بعد ظہر، حضرت مدیر صاحب اور کچھ دیگر احبابِ ادارہ جناب شعیب صاحب کی اہلیہ کے جنازہ میں شریک ہوئے، جو گزشتہ شام کارڈیالوجی ہسپتال، راولپنڈی میں اچانک وفات پا گئیں، یہ جوانمرگی کی سوگوار موت تھی (رب اغفر وارحم)

www.idaraghufran.org

اخبارِ ادارہ مفتی محمد امجد حسین

ادارہ کے شب و روز

□...... 24/صفر،2/9/16/ربیع الاول، جمعہ کو متعلقہ مساجد میں وعظ ومسائل کے سلسلے حسبِ سابق ہوئے۔

□...... 19/26/صفر/4/11/18/ربیع الاول، اتوار دن کی ہفتہ وار مجالس حسبِ معمول منعقد ہوتی رہیں، 18/ربیع الاول کی مجلس حضرت مدیر صاحب کی نیابت میں بندہ امجد نے کی۔

□...... 23/صفر/یکم/8/22/ربیع الاول، جمعرات بعد ظہر شعبہ حفظ کی بزمِ ادب حسبِ سابق منعقد ہوتی رہی ،اتوار بعد ظہر کی بزم بھی تعلیمی شعبہ کی منعقد ہوتی رہی۔

□...... 15/صفر، جمعرات بعد ظہر، شعبہ حفظ کا ضمنی جائزہ مولانا حکیم محمد ناصر صاحب نے لیا۔

□...... 22/صفر، منگل، مولانا طارق محمود صاحب کی خالہ صاحبہ وفات پا گئیں، آپ ان کے جنازہ میں شریک ہوئے (رب اغفر وارحم)

□...... 26/صفر، ہفتہ، مولانا انصر باجوہ صاحب اور جناب ملک امتیاز صاحب، دارالافتاء تشریف لائے، حضرت مدیر صاحب سے ملاقات اور ری سائیکلنگ پلانٹ کے متعلق مشاورت ہوئی۔

□...... یکم/ربیع الاول، جمعرات، حضرت مدیر صاحب، لاہور تشریف لے گئے، دو روزہ دورہ تھا، مولانا حافظ بلال اشرف صاحب (منتظم مجلس صیانۃ المسلمین) نے ''مرکز صیانۃ المسلمین'' میں بیان کے لیے مدعو کیا تھا، جمعرات کے دن مولانا نعیم الدین صاحب (جامعہ مدنیہ، لاہور) مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب (دارالافتاء والتحقیق، لاہور) مولانا ڈاکٹر خلیل احمد تھانوی صاحب (دارالعلوم الاسلامیہ، لاہور) اور مولانا فضل الرحیم صاحب (مہتمم: جامعہ اشرفیہ، لاہور) سے ملاقات ومجالست ہوئی، جمعہ کے دن جمعہ کی نماز سے پہلے مرکز صیانۃ المسلمین (سندر، لاہور) میں بیان فرمایا، جمعہ کی شام واپسی ہوئی، مولانا عبدالسلام صاحب بھی اس سفر میں آپ کے ساتھ رہے۔

□...... 6/ربیع الاول، منگل، معروف سکالر، جناب ڈاکٹر سلمان ندوی صاحب زید مجدہم، حضرت مدیر صاحب کی دعوت پر دن گیارہ بجے ادارہ غفران تشریف لائے، آپ کے ساتھ حضرت مدیر صاحب اور اربابِ دارالافتاء کی لگ بھگ ڈیڑھ گھنٹہ علمی وفکری نشست ہوئی، ڈاکٹر صاحب کی دینی وعلمی مسائل اور اداروں پر حالاتِ حاضرہ کے تناظر میں بہت وقیع گفتگو رہی، آپ حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ کے فرزند ہیں۔

﴿بقیہ صفحہ 89 پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اخبارِ عالم

مولانا غلام بلال

دنیامیں وجود پذیر ہونے والے اہم ومفید حالات وواقعات، حادثات وتغیرات

21/نومبر/2016ء/20/صفر المظفر/1437ھ: پاکستان: بھارت تنہائی کا شکار، خطے میں نئی صف بندی، اگلے ماہ پاک، چین روس مذاکرات 22/نومبر: پاکستان: بھارت کی بلا اشتعال فائرنگ، 4شہری شہید، پاکستان کا بھرپور جواب، 6فوجی ہلاک، انڈین ڈپٹی ہائی کمشنر کی طلبی، شدید احتجاج، بھارت کا تین فوجیوں کی ہلاکت کا اعتراف 23/نومبر: پاکستان: رئیل اسٹیٹ شعبے کے لیے ایمنسٹی سکیم منظور، 3فیصد ٹیکس دے کر سرمایہ قانونی بنایا جاسکے گا ☎ ادویات مہنگی کرنے کا اسکینڈل، سابق سیکرٹری پرائسنگ کمیٹی سمیت 8ملزم گرفتار ☎ عالمی دفاعی نمائش آئیڈیاز 2016 کا افتتاح، نمائش میں 43 ممالک سے 90وفود کی شرکت، 261غیرملکی جبکہ 157پاکستانی اسلحہ ساز کمپنیاں نے اپنی مصنوعات پیش کیں 24/نومبر: پاکستان: ترکی پاکستان سے 52 سپر مشاق طیارے خریدے گا، دفاعی نمائش میں معاہدہ طے پایا 25/نومبر: پاکستان: 15 گھنٹے طویل نیلامی، پاکستان کے پہلے 3ڈی ٹی ایچ لائسنس 14ارب 69 کروڑ میں فروخت، ذاتی ڈی ٹی ایچ سروس رکھنے والے ممالک میں شامل ☎ راہداری منصوبہ، چین کا مزید 8.5ارب ڈالرسرمایہ کاری کا اعلان 26/نومبر: پاکستان: پاکستان کا روس کو گوادر پورٹ استعمال کرنے کی اجازت دینے کا فیصلہ، دفاع سمیت دیگر شعبوں میں تعاون بڑھانے پر تبادلہ خیال ☎ 27/نومبر: پاکستان: جنرل زبیر حیات چیئرمین جوائنٹ چیف آف آرمی سٹاف، جنرل قمر باجوہ پاک فوج کے نئے سربراہ مکمل 28/نومبر: پاکستان: پنجاب کابینہ میں توسیع، مزید 11وزراء آج حلف اٹھائیں گے، 3مشیر 2معاونِ خصوصی مقرر 29/نومبر: پاکستان: قومی مالیاتی کمیشن کا اجلاس، سیکورٹی اخراجات کے لیے قومی فنڈ قائم کرنے کا فیصلہ، مجموعی محاصل کا 3فیصد مختص کرنے کی تجویز ☎ رات 12 بجے سے صبح چھ بجے چلنے والی پی آئی اے پروازوں کے کرایوں میں 30فیصد کمی کا اعلان 30/نومبر: مقبوضہ کشمیر: جموں میں بھارتی فوج کے کیمپ پر حملہ، 2افسر اور 5اہلکار ہلاک، 9زخمی 31/نومبر: پاکستان: سٹاک مارکیٹ میں برتری، چین اور بھارت پیچھے، پاکستان کی کارگردگی مثبت 16فیصد، چین اور بھارت کی منفی رہی یکم/دسمبر: پاکستان: پٹرول 2، ہائی سپیڈ ڈیزل 2.70روپے فی لٹر مہنگا 2/دسمبر: پاکستان: چین سے کراچی کی بندرگاہ پر سامان کی ترسیل کا آغاز، چینی شہر کن منگ سے پہلا قافلہ 500ٹن سے زاید سامان لے کر پورٹ قاسم کے لیے روانہ 3/دسمبر: پاکستان: کالے دھن سے ڈالر خرید کر بیرون ملک منتقل کرنے کی تحقیقات کا آغاز، اسلام آباد کے متعدد منی چینجرز کو نوٹس جاری، بڑے پیمانے پر

ڈالرخریدنے والوں کی تفصیلات طلب، ایئرپورٹ پرنگران ٹیمیں تعینات ☜ 4/دسمبر: پاکستان: سعودی عرب کا عمرہ پرلاگواضافی فیس پرنظرِثانی کا اعلان ☜ 5/دسمبر: پاکستان: لیڈی رینجرز نے بھی سرحدوں پرمورچے سنبھال لیے ☜ 6/دسمبر: پاکستان: پاکستان نے 4 سپرمشاق طیارے نائیجیریا کے حوالے کردیے ☎ چین نے ایک ساتھ 10 ایٹمی میزائل تجربات کرکے نیاعالمی ریکارڈ قائم کردیا ☜ 7/دسمبر: پاکستان: ریونیوشارٹ فال، ایف بی آر کے ذیلی اداروں میں چھٹیوں پرپابندی ☜ 8/دسمبر: پاکستان: ایبٹ آباد، چترال سے اسلام آبادآنے والامسافرطیارہ حویلیاں کے قریب گرکرتباہ، معروف نعت خواں جنید جمشید، ڈپٹی کمشنر چترال سمیت 48 افراد جاں بحق ☎ نادرانے 9 کروڑ50لاکھ شناختی کارڈزکی تصدیق کرلی، 3ہزار630غیرملکیوں نے کارڈز واپس کیے، وزیرِ داخلہ کا اظہارِاطمینان ☜ 9/دسمبر: پاکستان: عالمی ادارے کی ٹیم نے طیارہ حادثے کی تحقیقات شروع کردی، کاک پٹ ریکارڈاور بلیک باکس قبضے میں، تمام نعشیں اسلام آبادمنتقل ☜ 10/دسمبر: پاکستان: پاک بحریہ نے کثیرالملکی ٹاسک فورس کی نویں بارکمانڈمکمل کرلی ☜ 11/دسمبر: پاکستان: دھند کاراج، پنجاب اورخیبرپختونخوامیں فضائی آپریشن معطل، موٹروے بند ☜ 12/دسمبر: پاکستان: بیشترملک شدیددھند کی لپیٹ میں، مختلف حادثات میں 12افراد جاں بحق ☜ 13/دسمبر: پاکستان: تعطیلاتِ اخبار ☜ 14/دسمبر: پاکستان: گوادر پورٹ اور راہداری کے لیے سیکورٹی فورس قائم، پاک بحریہ کی تشکیل کردہ ٹاسک فورس TF-88 جاسوس طیاروں، ڈرونز، جنگی جہازوں، جدید ہتھیاروں اورنگرانی کے آلات سے لیس ہوگی، ذمہ داریاں سپردکردی گئیں ☜ 15/دسمبر: پاکستان: اقوامِ متحدہ میں روایتی ہتھیاروں سے متعلق پانچویں نظرِثانی کانفرنس کا صدرمنتخب ☜ 16/دسمبر: پاکستان: حکومت نے مردم شماری کا گزٹ نوٹیفیکیشن جاری کردیا، ملک چھٹی مردم شماری آئندہ سال 15مارچ سے شروع ہوگی، مشترکہ مفادات کونسل کے اجلاس میں اتفاق ☜ 17/دسمبر: پاکستان: حلب کے مسلمانوں پروحشیانہ مظالم کے خلاف ملک گیراحتجاج، ترک صدرکے عالمی رہنماؤں سے رابطے ☜ 18/دسمبر: مقبوضہ کشمیر: بھارتی فوجی قافلے پرحملہ، 3اہلکارہلاک، وادی بھرمیں آزادی مارچ ☜ 19/دسمبر: پاکستان: کراچی سے پشاورریلوے ٹریک گیٹ فری بنانے کا فیصلہ، راہداری کے اگلے منصوبے میں ٹریک کوانڈرپاسزاورفلائی اوورکے ذریعہ محفوظ بنایاجائے گا ☜ 20/دسمبر: پاکستان: ایرانی سیب کی درآمدپرپاک افغان طورخم بارڈرکے راستے پرپابندی عاید ☎ حادثے کاشکارطیارے کے پائلٹ کی آخری گفتگومنظرِعام، انجن بندہونے اورہنگامی لینڈنگ کے لئے 2بار''مے ڈے'' کی کال کی گئی، ''انجن ختم ہوچکا، 47افرادآن بورڈہیں'' آخری الفاظ، پھرکوئی جواب نہ آسکا۔